ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ
۱۱ جولائی ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

توبہ و مغفرت

محمد یاسین، بندر روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ہ

ترجمہ: اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر جس وقت وہ ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر اس وقت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور پھر اللہ تعالےٰ سے معافی چاہتے ہیں اور رسول بھی ان کو بخشواتا ہے تو ابتہ پاتے اللہ کو معاف کرنے والا مہربان۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ: پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو یہ لوگ آپؐ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دل میں تنگی نہ پائیں۔ اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ منافقین اگر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آکر سچے دل سے مغفرت طلب کریں اور رسولؐ ان کے خلوص سے متاثر ہو کر ان کے لئے استغفار کرے تو پھر اللہ تعالےٰ ان کو بخش دیں گے۔ یعنی جب تک ان کے خلوص پر مہر رسالت ثبت نہ ہو اور جب تک خدا کا پیغمبر یہ نہ کہہ دے کہ اب خالصتاً یہ میرے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو عفو و توبہ کا مستحق قرار نہیں دیتا۔ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ سے مراد یہ ہے کہ رسولؐ مطاعِ مطلق ہے اس کا وجود بجائے خود حجت و سند ہے۔ اس کی ہر روش صبغۃ اللہ میں رنگین ہوتی ہے۔ اس کا ہر قول و فعل منشاء الٰہی سے مستفاد ہوتا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ؕ۔ اس کے لئے یوں کہنا کہ رسولؐ کی ذات و افعال لازم اطاعت نہیں قرآن کی توہین ہے۔ وہ لوگ جو منصبِ نبوّت کو سمجھتے ہیں کسی طرح بھی اسوۂ حسنہ کو قرآن سے الگ کوئی چیز قرار نہیں دیتے۔ اس آیت مبارکہ میں حکم مطلق ربوبیت مطلقہ کی قسم کھا کر بیان کیا ہے کہ اطاعت رسول لازمی اور لابدی شے ہے۔ یعنی ربوبیتِ عامہ کا تقاضہ یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھے۔ جب تک اطاعت و تسلیم کا رضاکارانہ جذبہ موجود نہ ہو۔ ایمان و یقین کی شمع روشن نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم یہی نہیں فرماتا کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کی جائے بلکہ وہ اس حد تک اس کی تائید و توثیق فرماتا ہے کہ دل کے کسی گوشہ میں بدعقیدگی کی تاریکی موجود نہ رہے یقین و اثبات کے پورے جذبات کے ساتھ نیازمندی و عقیدت کے پورے ولولوں کے ساتھ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرمانِ رسولؐ کو بدل و جان قبول کرے یعنی دل کا کونہ کونہ ضیاءِ اطاعتِ رسولؐ سے بقعۂ نور بن جائے۔ وہ لوگ جو قرآن کو بظاہر تو مانتے ہیں لیکن سنّت و اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت نہیں کرتے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ نصوصِ قرآنی کی مخالفت کر رہے ہیں اور وہ اسلام کی عملی زندگی سے محروم ہیں جو اصلِ دین ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؕ

ترجمہ: اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین خدا تعالےٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: یعنی اے لوگو! جو گناہوں کی کثرت سے گھبرا گئے ہو آؤ اور اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اس کے پیش کردہ مقام عبودیت کو حاصل کر لو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں پر خط تنسیخ کھینچ دیا جائے گا۔ تمہارے پہلے تمام جرائم بخش دئے جائیں گے اور تمہاری مایوسیوں کو رحمتوں اور بخششوں سے بدل دیا جائے گا۔

تشریح:- یہ آیت مبارکہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مایوسی گناہ ہے اور ناامیدی کفر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی مغفرت کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کا عفو ہر معصیت پر چھا رہا ہے۔ وہ تمام لوگ جو گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں از راہِ مایوسی کفر کی راہ اختیار نہ کریں خدا کی طرف آئیں اس سے باتیں کریں اور اپنے گناہوں پر اظہارِ تاسّف کریں۔ اس کو ان گناہگاروں سے محبت ہے جو شرم و ندامت کے احساس کے ساتھ اس کے آستانۂ جلال و عظمت پر جھکتے ہیں اور وہ ان بندوں کو زیادہ پسند کرتا ہے جو بار بار اپنے نقائص کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اس کی کبریائی اور رفعت کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اس کی رحمت اور مغفرت کی طرف متوجہ ہو کر کبھی اپنی بے اعتدالیوں پر غور کر کے ان کی آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔ اور کبھی اس کے احسان اور شکر اور معافی سے ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ٦٧٥٤٥

جلد ۱۵ | ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۶۹ء | شمارہ ۱۰

دیکھنا "تحریر" کی لذت ....

(ارشد)

گذشتہ جمعہ ۴ جولائی کو ائر مارشل نور خاں نے نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز کا اعلان کیا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ۴ اگست تک عوام کی طرف سے تجاویز طلب کی ہیں پر تجاویز موصول ہو جانے کے بعد اسی سال یکم ستمبر سے نئی تعلیمی پالیسی پر عمل شروع ہو جائے گا ——— محترم ائر مارشل نے جس تفصیل اور دقت نظر سے ملک کی تعلیمی حالت کا جائزہ لے کر اس کا تجزیہ کرتے ہوئے تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کرنے پر زور دیا ہے اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔

دینی ادارے اور دینی جماعتیں قیام پاکستان ہی سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ غیر ملکی مشنری سکولوں کو ختم کر دیا جائے یا پھر ان کو قومی تحویل میں لے لیا جائے کہ ان اداروں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے ۔ الحمد للہ کہ مسلمانوں کے اس دیرینہ مطالبے کو تسلیم کرنے اور غیر ملکی مشنری اداروں کے مضر اثرات کا اعتراف کرنے کا شرف موجودہ حکومت کو حاصل ہوا ہے ——— چنانچہ نئی تعلیمی پالیسی میں قرار دیا گیا ہے کہ تمام غیر ملکی مشنری سکولوں کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا خدا کرے کہ اس پر جلد از جلد عمل درآمد ہو ——— ان اداروں میں کیا کچھ ہوتا ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ میاں عبدالباری مرحوم کے اسمبلی میں بیان کردہ ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے ۔ آپ نے کہا کہ لاہور کے مشہور و معروف غیر مسلم ادارے کے پرنسپل سے کہا گیا کہ تمہارے کالج میں لڑکوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے ۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ بات تو غلط ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہم کسی کو مسلمان نہیں رہنے دیتے ۔

مندرجہ بالا تجاویز بہت مفصل ہیں ان پر مفصل تبصرہ اور ہم اپنی تجاویز کسی آئندہ اشاعت میں پیش کریں گے روزنامہ "امروز" نے ان تجاویز کا جو خلاصہ دیا ہے اس کے دو پیرے ——— ہم بلا تبصرہ نقل کرتے ہیں ۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ پاکستان کے بارہ کروڑ عوام کی ترجمانی ہے ۔

چھوت چھات

"تعلیمی ترقی کی کوششوں میں زبان کی رکاوٹ سے بحث کرتے ہوئے ائر مارشل نور خاں نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ قومی وحدت پر بری طرح اثر انداز ہو رہا ہے ۔ حکومت اور انتظامیہ کی زبان انگریزی ہے مگر عوام اس زبان سے نابلد ہیں انگریزی جاننے اور نہ جاننے والوں کے درمیان ایک قسم کی چھوت چھات قائم ہو چکی ہے ۔ انگریزی جاننے والے لوگ انگریزی تمدن سے مغلوب ہیں وہ اردو اور بنگلہ کے اخبارات تک نہیں دیکھتے اور اسی طرح قومی مشاہیر اور ادبا کے عظیم کارناموں سے بھی ناآشنا ہیں ۔ وہ عوام کی امنگوں اور ارمانوں کا اندازہ نہیں کر سکتے ۔ ان حالات میں اگر قومی یک جہتی پیدا نہیں ہوئی تو کسی کو اس پر حیرت نہیں ہونی چاہئے ۔"

کالا صاحب

"دستاویز میں کہا گیا ہے کہ برطانوی راج کا ایک مقصد ایسے "کالے صاحب" پیدا کرنا تھا جو سرکاری ملازمت کے لئے موزوں ہوں ۔ چنانچہ انہوں نے اسی مقصد کے حصول کے لئے تعلیمی نظام رائج کیا جس میں زیادہ زور انگریزی زبان پڑھنے لکھنے اور بولنے پر تھا ۔ اب جب کہ مقصد محض سرکاری ملازم پیدا کرنا نہیں بلکہ قومی یک جہتی کو فروغ دینا اور ترقی کے لئے ضروری تنقیدی اور فنی اہلیت بڑھانا ہے اس لئے پرانے نظام کو جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں قومی اور سماجی دونوں زاویوں سے یہ ضروری ہے کہ انگریزی زبان کی تعلیم پر زور کم کیا جائے یہ مقصد تمام سطحوں پر ذریعہ تعلیم کی تبدیلی سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ اس نوع کی تبدیلی قدرتی اور طور پر بہت سے مسائل کو جنم دے گی

(امروز ۴ جولائی)

حکومت اور محکمہ اوقاف کی توجہ کے لئے

محکمہ اوقاف کے بارے میں مختلف جگہوں سے مختلف حضرات نے ہمیں کئی دفعہ کہا کہ ہم کچھ لکھیں مگر ہم نے بوجوہ اس پر قلم نہیں اٹھایا ۔ ہمارا خیال تھا کہ محکمہ کے ارباب بست و کشاد خود ہی اس بارے میں اعتدال و انصاف سے کام لیں گے ۔ لیکن اب بریلوی مکتبۂ فکر ، سجادہ نشینان اور متولیوں کے ایجنٹوں کی جانب سے جو مسلسل دباؤ محکمہ پر ڈالا جا رہا ہے ۔ ہم مجبور ہوئے ہیں کہ اس بارے میں کچھ لکھا جائے ۔ ان حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ محکمہ کی جانب سے اس جانبدار فیصلے کے بعد کہ تمام زونل خطیب اور ستر فیصد ڈسٹرکٹ خطیب بریلوی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور محکمہ کی امدادی رقوم کی بارش بھی انہی کی طرف ہے ۔ ان کا واویلا کرنا سوائے اس کے کیا معنی رکھتا ہے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور ان کے حاشیہ برداروں کو ایسی حیثیت دی جائے کہ وہ جو چاہیں محکمہ سے منوا لیں ——— شاہی مسجد کا مسئلہ ہی لے لیجئے ۔ عرصۂ دراز سے اس مسجد میں مولانا غلام مرشد صاحب خطیب چلے آ رہے تھے

(باقی صفحہ ۶ پر)

مجلسِ ذکر ۱۷ر ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۳ر جولائی ۱۹۶۹ء

اتباعِ رسولؐ

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :۔

دنیا میں اچھے اور بُرے ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں

اس جہانِ آب و گِل کی تخلیق کا مقصد خالقِ ارض و سما سے ہی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ سو آدم علیہ السلام سے لے کر نبیٔ آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) تک اللہ تعالےٰ نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ہر دَور میں انسانوں کو احکام و ہدایات عطا فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ دنیا میں اگر غلط کار لوگ ہیں تو ان کے مقابلہ میں حق کے علمبردار بھی ہیں جو محسن کے احسانات کو پیشِ نظر رکھ کر اس مالک کو راضی کرنے کی اپنی سی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

تاریکیوں میں روشنی نمودار ہوئی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عالم عرب میں کشت و خون اور ظلم و ستم، چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری، جوا، سٹہ، قمار بازی وغیرہ جرائم اپنی انتہا تک پہنچ چکے تھے تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا آخری دین لے کر مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ سابقہ انبیاء کی دعوت کے ماننے والے ہمیشہ رہے ہیں۔ سو ہمیں شکر بجا لانا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں نبیٔ آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت شعاروں اور وفاداروں میں شامل ہونے کا موقع بخشا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

●

اسلام کے ابتدائی دَور کی جھلک

ہر نبی کی آمد پر انسان تین گروہوں میں بٹ جاتے ہیں (۱) ماننے والے — مومنِ قانت (۲) نہ ماننے والے — کافر (۳) بیچ کی راہ اختیار کرنے والے — منافق —

چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سالہ زندگی گذرنے پر غارِ حرا میں ایک نسخۂ کیمیا (قرآنِ حکیم) کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تبلیغِ اسلام اور اپنی نبوّت کا اعلان فرمایا۔ سو خوش قسمت ہیں وہ مٹھی بھر لوگ جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروکار اور معاون بنے۔ اس جرم کی پاداش میں طاغوتی طاقتوں اور شیطانی وسوسوں سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے تیرہ سالہ مکّی دَور کے اختتام پر بحکمِ الٰہی ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ اٹھ آیا لیکن مخالفت دن دونی رات چوگنی بڑھتی چلی گئی۔ چنانچہ رمضان شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کفّارِ مکّہ کا ایک قافلہ شام سے سامانِ جنگ لے کر مکّہ آ رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مشورت کے لئے جمع کیا اور ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ابو سفیان سردارِ قریش شام سے بڑی تعداد میں سامانِ جنگ لے کر مکّے آ رہا ہے تاکہ یکبارگی حملہ کر کے مسلمانوں کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ تیرہ سالہ مکّی زندگی میں بے شک مسلمانوں کو جہاد، قتال اور جوابی کارروائی کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن بعد از ہجرت مدافعت کی جنگ کی اجازت دے دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض اس خیال سے کہ جہاں پر مدینہ، شام اور مکّہ معظمہ کی طرف جانے کا ایک چورستہ ہے وہاں تک اس لئے جانے کے لئے تیار ہوئے کہ کفّار یہ واضح ہو جائے کہ اب وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے لیکن اس موقع پر باقاعدہ جنگ کا ارادہ نہیں تھا۔ انصار و مہاجرین کے اس مٹھی بھر قافلہ کو لے کر بدر کے مقام کی طرف آ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی کہ آپ دو میں سے ایک قافلے پر ضرور غالب آئیں گے۔

نبیؐ کی شان

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ابو سفیان کو علم ہو گیا۔ اُس نے مکّے سے اپنی مدد کے لئے جوانوں کو طلب کیا۔ چنانچہ ابو سفیان خود تو سمندر کے کنارے کنارے ہوتا ہوا بچ کر نکل گیا۔ لیکن اس کی حمایت میں جو جنگجو گروہ آیا تھا اس نے بدر میں پڑاؤ کیا۔ اتنے میں مسلمان بھی وہاں آ نکلے۔ نتیجۃً جنگ کا آغاز ہوا جس میں ستّر کافر واصلِ جہنم ہوئے اور ستّر گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے۔ کفّار نے اس شکست کا بدلہ لینے کا (آئندہ برس) اعلان کر دیا۔ اور اگلے سال زیادہ جوش و خروش کے ساتھ بڑا لشکر لے کر مدینے کے قریب اُحد کی پہاڑیوں میں پوزیشن سنبھال لی۔ جیسے ہی مدینہ منورہ یہ اطلاع پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورت طلب کی کہ آیا ہمیں اُحد میں جا کر مقابلہ کرنا بہتر رہے گا یا کہ مدینے میں مقیم رہیں۔ لیکن اپنی رائے مبارک یہ ظاہر فرما دی کہ ہمیں مدینے میں امن سے بیٹھا رہنا چاہئے۔ اگر وہ یہاں پر آ کے ہلّہ بولیں تو پھر اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔ خدا کا کرنا کہ نوجوان صحابہ کرامؓ نے بڑھ چڑھ کے جوشیلی تقریریں کیں کہ مدینے میں بیٹھنے کی بجائے دادِ شجاعت دینا بہتر رہے گی۔ اس مجلس میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تائید کر دی۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سامانِ جنگ سے

(باقی ص۱۵ پر)

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر جولائی ۱۹۶۹ء

رسولؐ خدا کی آواز ہوتا ہے!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہٗ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (پ ۱۱ س توبہ)

ترجمہ: البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

بزرگان محترم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں:-

محمدؐ بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اہلِ عرب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے — سر آنکھوں پر جگہ دیتے۔ دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے اور "الصادق والامین" کہتے نہ تھکتے تھے انہیں مخالفت صرف محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تھی۔ اور اس لئے مخالفت میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے پر پورا زور دیتا رہا۔

لفظ "رسول"

آیئے آج اسی لفظِ رسول پر گفتگو کریں اور دیکھیں کہ یہ ایک لفظ اپنے اندر حقائق و معانی کے کتنے عظیم دریا رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے زیادہ تر اسی خطاب سے نوازا گیا ہے — مثلاً:

یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل علیک ......

رسول من اللہ یتلوا ....

محمد رسول اللہ ...

اور ایک جگہ تو قسم کھا کر فرمایا گیا ہے:-

یٰسٓ ○ والقراٰن الحکیم ○ انک لمن المرسلین ○

رسول کا معنیٰ ہے "اللہ کا بھیجا ہوا" یہ تسلیم کر لینے کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ رسول کا ہر قول و فعل، گفتار و کردار اور حکم و ارشاد من جانب اللہ ہے۔ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق میں یہ سب سے بڑا مقام ہے اور رفعت و عظمت کی انتہا ہے۔ سچ کہا گیا ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

رسول خدا کی آواز ہوتا ہے

"رسول" کوئی لیڈر یا عام درجہ کا رہنما نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی بات مان لی جائے اور کسی پر تنقید کر دی جائے بلکہ رسول دنیا میں خدا کی آواز ہوتا ہے۔ خدا اس کے ذریعے اپنے بندوں سے گفتگو کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خداوند قدوس کا "انتخاب" اور چناؤ ہوتا ہے — اس چیز کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے — اللہ تعالیٰ جس کسی کو منصبِ رسالت پر فائز کرتے ہیں براہِ راست اس کا انتخاب خود فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ "علام الغیوب" کا انتخاب غلط ہو ہی نہیں سکتا — یہی وجہ ہے کہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جسے معزول کرنا پڑا ہو۔

نبی خدا کا انتخاب ہوتا ہے

دوسرے یہ کہ علام الغیوب بھری دنیا میں سے اس اہم ترین منصب کے لئے چناؤ بھی اسی ہستی کا کرتا ہے جو اوصافِ حسنہ میں ساری کائنات سے بڑھ کر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوح ...

بے شک اللہ نے چُنا آدمؑ اور نوحؑ کو پیغمبر

اور موسیٰ علیہ السلام جب آگ لینے پہاڑ پر گئے تو آواز آئی:-

یا موسیٰ انی اصطفیتک برسالتی۔

اے موسیٰ! ہم نے تجھے اپنی رسالت کے لئے چُن لیا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے چُنے ہوئے ہیں۔ خدا کا انتخاب ہیں۔

خصائص رسالت

انتخاب کے بعد پھر اللہ تبارک و تعالیٰ انبیاء و رسل کو جتنی اور جیسی مناسب سمجھیں تعلیم بھی خود دیتے ہیں۔ گویا انبیائے کرام تلمیذ ربانی ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں کبھی کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کرنا پڑتا — اور وہ سارے جہان کو علوم الٰہیہ کی روشنی سے منور کر دیتے ہیں اور حقائق کی ایسی ایسی گتھیاں سلجھاتے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے دانشور بھی وہاں عاجز و درماندہ محض نظر آتے ہیں ؎

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

تعلیم کے بعد اللہ تعالیٰ انبیاء کے اطوار و اخلاق کی تربیت اور نگہبانی بھی خود فرماتا ہے — اسی لئے ان کے قدوم میمنت لزوم لغزشوں سے آشنا نہیں ہوتے — دستِ قدرت خود ان کی محافظت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ یتیم

ہیں۔ صغر سنی ہی میں والدہ ماجدہ کی وفات سے دُرِّ یتیم ہو گئے —— نہ کوئی بھائی ہے نہ بہن —— نہ کوئی مدرسہ ہے نہ کوئی مربیٔ اخلاق —— بت پرستی کا سارے ملک میں اس قدر زور ہے کہ گویا ہر کنکر شنکر ہے قبیلے قبیلے کا نہیں بلکہ ہر فرد کا بُت جدا ہے خود اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کا راج ہے۔ مگر نہ کبھی کسی بت کو چھؤا، نہ کسی کی قسم کھائی اور نہ ان پر چڑھے ہوئے نذرانوں کو کبھی چکھا۔ جھکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر اللہ کا تصوّر بھی دماغ میں سے نہیں گذرا —— معاشرہ میں شراب، چائے اور لسّی سے زیادہ ہوتی تھی۔ بلکہ بچوں کو گھٹی میں پلائی جاتی تھی اور اس وقت شرعاً حرام بھی نہ تھی مگر چونکہ خدا کو انہی کی زبانِ فیض ترجمان سے اسے حرام قرار دینا تھا اس لئے آپ نے کبھی شراب کے برتن تک کو نہیں چھؤا۔ زنا جوّا، جنگ و جدل کی گرم بازاری عام ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ اقدس ہر عیب سے پاک رہا —— کیا اس سے بڑا تربیتِ الٰہی کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہے —— ایسے گندے اور ناپاک ماحول میں ایسے پاک دامن رہے کہ اہل عرب آپؐ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو گئے۔

سبحان اللہ! زمانہ نبوّت میں حج کے موقع پر ایک دن گاؤں والے مل کر دارالندوہ میں دن بھر آپؐ کا کوئی عیب تلاش کرتے رہے تاکہ اس کو مشہور کر کے آپ کو بدنام کریں مگر کامیاب نہ ہو سکے اور آخر یہی طے کر کے اٹھے کہ آپ کو ساحر و مجنون مشہور کریں اور اس طرح لوگوں کو آپؐ سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔

تعلیم و تربیت کے بعد صدق و امانت کے اوصاف بھی "رسولوں" میں بدرجہ کمال موجود ہوتے ہیں —— وہ ہر پیش آمدہ مصیبت کو خندہ پیشانی سے سہتے ہیں مگر حکم الٰہی پہنچانے میں ذرہ سی خیانت بھی نہیں کرتے۔ خواہ انہیں اس کی تبلیغ میں بڑی سے بڑی سزا بھی کیوں نہ جھیلنی پڑے۔

رسول کی فرمانبرداری

یہاں پر قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ غور کے قابل ہے:۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

(پ ۲۹ س القلم)

یعنی مفسرین کرام رحمہم اللہ اجمعین نے یہاں پر ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفائی بیان کر رہے ہیں۔ نیز انہیں تسلّی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے "قلم" کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ قلم کی بعض خوبیاں نبوّت کے اوصاف سے ملتی جلتی ہیں —— مثلاً یہ کہ "قلم" کاتب کی اس قدر فرمانبردار ہوتی ہے کہ سب کچھ اس کی مرضی کا لکھتی ہے خود اپنی طرف سے ایک نقطہ بھی نہیں بڑھاتی —— دوسرے یہ کہ اُسے جو کچھ دوات سے ملتا ہے۔ بجنسہٖ و بعینہٖ کاغذ کو منتقل کر دیتی ہے۔ خود اپنی طرف سے اس میں کوئی آمیزش نہیں کرتی۔ بالکل اسی طرح انبیاء و رُسل خداوند تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں —— احکامِ الٰہی میں ذرا سی کمی یا زیادتی نہیں کرتے —— بلکہ بدون مرضیٔ الٰہی کلام نہیں فرماتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (س نجم)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے، یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

غرضیکہ بچپن ہی سے پاکباز افراد کو منصبِ ہدایت پر سرفراز کیا جاتا ہے جبھی خدا تو ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیتا ہے۔

پس! اے دنیا والو! اگر دونوں جہانوں میں اپنی سرخروئی یا کامیابی چاہتے ہو، اپنی زندگی خدا کی مرضی کے مطابق گذار کہ اس کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنے تمام اختیارات سے دست بردار ہو کر ہادیٔ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں اور زندگی کے تمام معاملات میں ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔

ان کے ہوتے کوئی بھی قیادت [illegible] و امامت و سیادت [illegible] اللہ [illegible] پیشوائی کا [illegible] فا [illegible] وہی رس[illegible] ہیں [illegible] رسول [illegible] نہ ہو [illegible] آفتاب [illegible] کے دوران [illegible] ہے [illegible] ایت کی گئی [illegible]

[illegible] کارروائیاں [illegible] بقیہ نہیں ہوئی [illegible] فت بہت [illegible]

لیکن محکمہ [illegible] نے [illegible] ایسے فاضل خطیب کو کہ جن کے مدّاح علامہ اقبالؒ بھی تھے کو علیحدہ کر کے ان کی جگہ عرفانی صاحب کو خطیب مقرر کیا تو ہم نے اس پر اس لئے احتجاج نہ کیا کہ اس طرح فرقہ وارانہ مسائل کو ہوا ملتی تھی البتہ عرفانی صاحب کی علیحدگی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی تعیناتی پر ضرور لکھا کہ "حق بحقدار رسید"۔ گویا ہم نے غلط فیصلے پر احتجاج قطعاً نہیں کیا اور صحیح فیصلہ کی تحسین کی۔ لیکن ہمارے یہ دوست غلط فیصلے اور مولانا غلام مرشد کی برطرفی پر تو مسرت سے بغلیں بجاتے تھے لیکن اس کے بعد صحیح فیصلے پر ایسا سیخ پا ہوئے کہ گویا ابتداء ہی سے شاہی مسجد ان کے پاس تھی اور اب اس پر دوسروں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ آج کی صحبت میں ہم انہی تمہیدی کلمات پر اکتفا کرتے ہوئے حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر محض سابق سجادہ نشینوں اور متولّیوں کے ایجنٹوں کو خوش کرنے اور ملک کے سب سے زیادہ ذی اثر اور تحریکِ آزادی کی علمبردار جماعت کے حقوق کو پامال کرنے کی کوئی ادنیٰ کوشش بھی کی گئی تو یہ ملک میں پھیلے ہوئے لاکھوں جیّد اور ثقہ علماء کرام اور ان کے کروڑوں پیروکاروں کے دل مجروح کرنے کا باعث ہوگا۔ ★

قرآنی توحید

پروفیسر حافظ عبدالمجید - ایم - ایس - سی - ایم - اے

حفاظتِ قرآن کا مفہوم

خدائے تعالٰے نے قرآن کی حفاظت ذمہ لی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

ترجمہ۔ تحقیق ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم کی حفاظت سے مراد قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت ہے۔ کیوں کہ اگر اصل مفہوم محفوظ نہ رہے۔ تو الفاظ کی حفاظت بے کار ہوتی ہے۔ اس آیت کی رُو سے قرآن کے جہاں الفاظ قیامت تک محفوظ رہیں گے اس کے حقیقی مفاہیم و مطالب بھی قیامت تک خدا کی حفاظت میں ہیں۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ چودہ سو سال تک قرآن کی چند آیات کا ترجمہ غلط ہوتا رہا۔ اور اس عرصہ میں کسی نے ان آیتوں کا صحیح ترجمہ نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ خدائے تعالٰے نے قرآن کی چند آیتوں کے معانی کی حفاظت چودہ سو سال تک نہیں کی۔ لیکن یہ بالکل غلط اور قرآن کے دعوٰی کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ چودہ سو سال تک جو معانی رائج رہے اور انشاء اللہ قیامت تک رائج رہیں گے وہی اصل معانی و مطالب ہیں۔

پرویزی استدلال پر ایک نظر

خود قرآنی آیات اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ پرویز صاحب کا استدلال غلط ہے :-

(۱) جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت ملنے پر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ میرے ہاں بیٹا کس طرح ہوگا جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالٰے نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ یعنی تم بوڑھے بھی ہو اور تمہاری بیوی بانجھ بھی ہے۔ پھر بھی تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اسی طرح جب حضرت مریمؑ نے یہ عرض کیا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا جب کہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں باغی ہوں تو خداوند قدوس نے فرمایا كَذٰلِكِ یعنی تم اسی طرح رہوگی اور اولاد بھی ہو جائے گی یعنی نہ تمہیں کوئی بشر ہاتھ لگائے گا اور نہ تم باغی بنوگی۔ اس کے باوجود تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ كَذٰلِكَ اور كَذٰلِكِ دونوں میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ پہلے جو حالت موجود ہے۔ اسی حالت میں اللہ تعالٰے اولاد عطا فرمائیں گے۔ حضرت زکریا اور ان کی بیوی دونوں بوڑھے ہیں۔ اسی بڑھاپے میں اولاد ہوگی۔ حضرت مریمؑ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ وہ باغی ہیں ان کے ہاں اس حالت میں لڑکا پیدا ہوگا۔ نیز بشارت ملنے کے وقت حضرت زکریاؑ رشتۂ ازدواج میں منسلک تھے ان کو اولاد اس رشتۂ کے ذریعہ حاصل ہوگی اور حضرت مریمؑ بشارت ملنے کے وقت اس رشتۂ میں منسلک نہ تھیں كَذٰلِكِ وہ اسی طرح اس رشتۂ کے بغیر ہی رہیں گی اور ان کے ہاں لڑکا ہوگا ــــ اگر كَذٰلِكِ کا وہ مفہوم لیا جائے جو پرویز صاحب نے بیان فرمایا ہے تو خود یہ لفظ ہی بے کار ہو جاتا ہے کیوں کہ حضرت مریم کی گزارش یہ تھی کہ مجھے کسی بشر نے چھوا ہی نہیں اور نہ میں باغی ہوں پھر اولاد کیسے ہوگی اگر مشیت ایزدی یہ تھی کہ حضرت مریمؑ کسی بشر کے ساتھ نکاح کریں گی اور اولاد ہوگی تو كَذٰلِكِ کی بجائے قرآن میں یہ ارشاد ہوتا۔ کہ "تم کسی بشر سے نکاح کروگی پھر لڑکا ہوگا۔

(۲) اللہ تعالٰے نے حضرت زکریاؑ کو یہ خوشخبری دی کہ اس بڑھاپے کی حالت میں اولاد ہوگی۔ بڑھاپے کی حالت میں جب کہ بیوی بالکل بانجھ ہو چکی ہو۔ اولاد ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے اس لئے فرمایا :-

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا

(آپ کے رب نے فرمایا کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔ اور میں نے تمہیں پیدا کیا اس سے پہلے حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے) یعنی جس خدائے تعالٰے نے تمہیں ناچیز شے سے پیدا کیا اس کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ اس بڑھاپے کی حالت میں اولاد عطا کرے۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کو جب بیٹے کی بشارت سنائی۔ اور کنواری کے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا بظاہر ناممکن ہے۔ تو فرمایا :-

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ :-

(فرمایا تیرے رب نے کہ یہ میرے لئے آسان ہے) یعنی کنواری کے ہاں لڑکا پیدا کر دینا یہ خداوند قدوس کے لئے بالکل ہی آسان ہے ــــ اب یہ کون سا امر ہے جو بظاہر محال نظر آئے۔ اور اللہ تعالٰے یہ فرمائیں کہ یہ "میرے لئے آسان ہے اگر اس امر سے مراد یہ ہو کہ نکاح کے ذریعہ مریم کو اولاد عطا ہو۔ تو یہ تو کوئی محال امر ہی نہیں۔ اگر مقصود یہ ہوتا کہ مریم کے ہاں نکاح کے ذریعہ اولاد ہو تو اس فقرہ کی بالکل ضرورت ہی نہ تھی اگر پرویز صاحب کے مفہوم کو اختیار کیا جائے تو قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ. بالکل بے کار ہو جاتا ہے (معاذ اللہ) خداوند قدوس جس طرح خود عیبوں سے پاک ہیں۔ اسی طرح ان کا کلام بھی عیبوں سے پاک ہے۔ کلامِ پاک میں کسی بے کار اور بے فائدہ فقرہ کا ہونا وہ خلاف واقعہ بھی ہو معیوب ہے ــــ اس لئے پرویز صاحب کا طرز استدلال بالکل نادرست ہے ــــ خدا کے کلام کا کوئی فقرہ لغو نہیں۔ "هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ" سے مراد کوئی ایسا کام ہی ہو سکتا ہے۔ جو بظاہر محال ہو اور اسے اللہ اپنے لئے فرمائیں۔ کہ یہ بہت ہی آسان ہے۔ مثلاً بڑھاپے کی حالت میں جب کہ بیوی بانجھ ہو چکی ہو۔ اولاد ہونا محال ہے۔ لیکن اللہ تعالٰے فرماتے ہیں میرے لئے آسان ہے۔ اب اس کی بجائے اگر کسی نوجوان جوڑے کا ذکر ہوتا تو خدا کو یہ بتانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ کہ یہ میرے لئے آسان ہے کیونکہ وہ تو ہے ہی آسان۔ اسی طرح کنواری کے ہاں اولاد کا

ہونا ظاہر محال ہے۔ تو خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اگر نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کا ذکر ہوتا تو خدائے تعالےٰ کو یہ فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔

(۳) خدائے بزرگ و برتر نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے سلسلہ میں یہ فرمانے کے بعد کہ اس قسم کی پیدائش میرے لئے آسان ہے۔ یہ فرمایا۔

وَلِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ

(اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں)

یعنی مریم کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے واقعہ کو خداوند قدوس نے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیا —— اگر مریم کے ہاں لڑکا نکاح کے ذریعہ پیدا ہونا ہوتا۔ تو پھر یہ ولادت قدرتِ خداوندی کی ایک خاص علامت کیسے بن سکتی تھی کلام خداوندی کا یہ ٹکڑا صاف اعلان کررہا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کسی غیر معمولی طریقہ سے پیدا کیا گیا اور اس طرح ان کی ولادت خدا کی قدرت کا خصوصی نشان بنی۔ اگر ولادت مسیح عام طریقۂ توالد و تناسل سے ہو اس فقرہ کی کوئی تاویل نہیں بنتی۔

(۴) پرویز صاحب کے خیال میں حضرت مریم پر طعن وتشنیع کی اصل وجہ ان کا راہبانہ زندگی میں باقاعدہ نکاح کرلینے کا اقدام ہے۔ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت مریمؑ کا جو اقدام بقول پرویز اس تمام طعن وتشنیع کا ذمہ دار ہے۔ یعنی نکاح کرنا اس کا ذکر تک قرآن پاک میں نہیں۔ نیز طعن وتشنیع کا سلسلہ تو اس وقت شروع ہونا چاہیے تھا۔ جب کہ حضرت مریمؑ نے بقول پرویز راہبانہ زندگی میں نکاح کرلیا تھا۔ طعن وتشنیع عین اس وقت کیوں شروع ہوا جب کہ حضرت عیسےٰؑ کی ولادت ہوئی؟ نیز اس (مفروضہ) نکاح سے ولادت مسیحؑ تک جو عرصہ گزرا۔ اس دوران میں عمائد و اراکینِ خانقاہ نے حضرت مریم کے خلاف کیا کاروائی کی؟ اگر کوئی کاروائی نہیں کی اور یہ جوڑا (؟) انہیں میں عزت و آرام سے زندگی گزارتا رہا تو پھر انہوں نے ولادت مسیح کے موقعہ پر کیوں طعن وتشنیع کا سلسلہ شروع کیا؟

—— یہ سب پرویز صاحب کا من گھڑت افسانہ ہے جو سراسر بے بنیاد ہے اور قرآن میں اس کا نام نشان بھی نہیں۔

(۵) جب حضرت مریمؑ کو دردِ زہ لاحق ہوا۔ اور وہ درد کی شدت میں کھجور کے درخت نیچے آئیں تو انہوں نے فرمایا

قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۝

(حضرت مریم نے فرمایا کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی؟)

حضرت مریمؑ کی اس پریشانی کا سبب کیا تھا؟ دردزہ کی شدت میں وہ تنِ تنہا ایک کھجور کے نیچے کیوں چلی گئیں؟ اگر بقول پرویز وہ شادی شدہ تھیں۔ تو اس شدت درد و کرب کی حالت کی اطلاع انہوں نے اپنے خاوند (؟) کو کیوں نہ دی؟ اور آخر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے مرمٹ کر فنا ہو جانے کی تمنا کر رہی ہیں؟ آخر کون سا جرم کیا تھا؟

اگر بقول پرویز، قانونِ رہبانیت کی رو سے نکاح کرنا ان کا جرم تھا۔ یہ تو عرصہ ہؤا ہو چکا تھا (؟) پھر اپنے مرمٹ کر نیست و نابود ہونے کی تمنا اب کرنے کا کیا مطلب؟ اگر اس (مفروضہ) نکاح کی اطلاع ہو چکی تھی تو اب تک یہ جوڑا انہیں میں صحیح و سالم کس طرح گزر بسر کرتا رہا اور پھر اب مریمؑ کو لوگوں کی طرف سے کیا خطرہ درپیش تھا کہ اپنے فنا ہونے کی تمنا کر رہی ہے کہ مریمؑ خانقاہ کے عمائدین کی زیر نگرانی زندگی بسر کر رہی ہوں اور اس (مفروضہ) نکاح کی ان کو ولادت مسیح تک خبر ہی نہ ہو اور وہ ولادت مسیح کے بعد اپنی طعن وتشنیع کا آغاز کریں؟

در اصل حضرت مریمؑ کے نکاح کرنے کا یہ افسانہ پرویزی تخیل کی پیداوار ہے قرآن میں اس کا اشارہ تک نہیں۔ حضرت مریم کنواری تھیں۔ اسی حالت میں ان کو بیٹے کی بشارت ملی۔ کہ کسی بشر کے مس کے بغیر وہ صاحب اولاد بنیں گی۔ دردزہ کی شدت میں ان کے دل و دماغ پر یہ بات چھائی ہوئی ہے۔ کہ جب لڑکا پیدا ہوگا تو میری قوم مجھ پر کیا کیا بہتان تراشی کرے گی۔ ایک پاک دامن عفت و عصمت کی مالک عورت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی صدمہ نہیں کہ اس کی عصمت پر حرف زنی ولادت مسیح سے پہلے ہی [illegible] موت آلیتی۔ نیست و نابود ہو جاتیں، ان [illegible] نام تک بھی کسی کو یاد نہ رہتا بجائے [illegible] اس کے کہ وہ گھڑی آجائے کہ لوگ ان [illegible] پاک دامنی پر انگلی اٹھائیں۔ ان پر بہتان [illegible] افتراء کا بازار گرم کریں۔

(۶) حضرت عیسےٰ پیدا ہوتے ہیں! [illegible] مریمؑ ان کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم [illegible] آتی ہیں قوم یہ دیکھ کر حیران و ششدر [illegible] رہ جاتی ہے۔ کہ ایک کنواری کے ہاں [illegible] پیدا ہوگیا؟ قوم یہی سوچ سکتی تھی [illegible] اس کنواری نے بدکاری کی انہیں اس [illegible] پر سخت طیش آیا۔ یہ غیض و غضب عین [illegible] فطری ہے۔ کس باحیا قوم کی بیٹی اگر [illegible] اس قسم کی کوئی حرکت کر بیٹھے تو قوم [illegible] کی غیرت کا تقاضا بھی تو یہی ہے۔ ان [illegible] کی حدِ نظر و فکر یہیں تک ہوسکتی تھی اور [illegible] پھر ان کی نظر میں اس واقعہ کا زیادہ [illegible] المناک پہلو یہ تھا کہ مریمؑ کا خاندان شرافت [illegible] و حیا میں ضرب المثل تھا۔ جب اس خاندان [illegible] ایک عابدہ و زاہدہ بیٹی کے ہاں اس طرح [illegible] بغیر نکاح کے لڑکا پیدا ہوا۔ ان کی آنکھوں [illegible] کو یقین نہ آیا اور اس واقعہ سے گویا [illegible] زمین ان کے پاؤں تلے نکل گئی۔ اور [illegible] آسمان ان کے سر پر گر پڑا۔ اس شدت [illegible] غضب و الم میں وہ مریم سے یوں [illegible] مخاطب ہوئے۔

قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا [illegible] یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ [illegible] وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا۝

(وہ کہنے لگے۔ اے مریم۔ تم نے بڑے غضب [illegible] کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن تمہارے والد کوئی بُرے آدمی نہ تھے۔ اور نہ [illegible] تمہاری ماں بدکار تھیں)

قوم کی بیٹی سے جب اس قسم کی حرکت ہو تو قوم کا اندازِ تخاطب یہی تو ہوتا ہے کہ تمہارا خاندان کتنا شریف تھا؟ تمہارے والد کتنے صالح تھے؟ تمہاری والدہ کتنی پاکدامن تھیں؟ تم نے اپنے پورے خاندان کی عفت و عصمت پر خاک ڈال دی —— اب ذرا غور کریں۔ قوم کا یہ اندازِ تخاطب صرف (۳) صورت میں ممکن ہے۔ کہ حضرت مریمؑ کنواری ہوں اور ان کے ہاں اولاد پیدا ہو اور قوم کے لوگ یہ سمجھیں کہ مریم نے بدکاری کی ہے۔ اگر پرویز صاحب کا نقطۂ نظر درست تسلیم کیا جائے۔ تو

قوم کی یہ تقریر بالکل ناموزوں اور خلاف حقیقت بن جاتی ہے۔ ایک شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر برادری اس قسم کا کلام کر سکتی ہے؟

(۷) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کا جہاں بھی تذکرہ ہوا انہیں عیسےٰؑ ابن مریم کہہ کر پکارا گیا۔ اگر عیسےٰ کا باپ [illegible] تو ان کا تذکرہ باپ کی نسبت [illegible] ہوتا۔ والدہ کی نسبت سے حضرت [illegible] تذکرہ واضح طور پر یہ اعلان [illegible] ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] باپ کے پیدا ہوئے

(۸) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت [illegible] کی مانند تبلایا گیا۔

اِنَّ مَثَلَ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ [illegible] خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

([illegible] عیسےٰؑ کی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک [illegible] آدمؑ کے مشابہ ہے۔ کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر کہا (زندہ) ہو جاؤ پس وہ (زندہ) ہو گئے۔)

یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو ماں باپ کے بغیر پیدا کیا۔ ان کا قالب بنا کر حکم دیا کُنْ (ہو جا) پس وہ حیات سے ہمکنار ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اس لئے حضرت عیلےٰ کا بغیر باپ پیدا ہونا تعجب کی بات نہیں مثل مشہور ہے کہ آدمی کو ایک جھوٹ کی خاطر سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ یہی حال پرویز صاحب کا ہے۔ انہیں اپنے ایک غلط نظریہ کی خاطر جا بجا قرآن کی معنوی تحریف کرنی پڑی ہے۔ مذکورہ آیت ولادت مسیح کے متعلق پرویز صاحب کے خود ساختہ نظریہ کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے نشتر تحریف سے آیت کو بھی مجروح کیا۔ لکھتے ہیں:-

"وہ آدم جس کی تخلیق کا ذکر آیا ہے کسی شخص واحد کا نام نہیں۔ بلکہ اس سے مراد خود نوع انسانی ہے۔ جس کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے ہوئی اور ارتقائی مدارج طے کرتے کرتے موجودہ صورت پیدا ہو گئی۔" (معارف القرآن جلد سوم ص۵۰۰)

نیز تحریر فرماتے ہیں:-

"اس آیت کے صحیح مفہوم میں دشواری اس لئے پڑتی ہے کہ آدم کے متعلق صحیح قرآنی مفہوم سامنے نہیں آتا۔ آدم کے متعلق (جیسا کہ عام عقیدہ ہے) یہی سمجھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مٹی کا پتلا بنا دیا۔ اور اس میں جان ڈال دی۔ پھر اس کی پسلی سے اس کی بیوی نکالی۔ اور ان دونوں سے پھر سلسلہ تخلیق آگے بڑھا۔ لیکن جیسا کہ عنوان آدم و انسان (جلد دوم) میں تبصریح لکھا جا چکا ہے۔ تخلیق آدم کا یہ تصور ذہن انسانی کے عہد طفولیت کی پیداوار ہے۔ قرآن کریم نے انسانی پیدائش کے متعلق نظریہ ارتقاء کی واضح تشریح فرما دی ہے اس کی روشنی میں آدم اور اس کی تخلیق کے متعلق حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ تخلیق آدم (یعنی نوع انسانی) کے متعلق اس حقیقت کو سامنے رکھیے پھر آیت زیر نظر اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ کا مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ یعنی (اے عیسائیو) تم حضرت عیسےٰ کی پیدائش کے متعلق کچھ بھی عقائد رکھو۔ اللہ کے نزدیک تو ان کی پیدائش نوع انسانی کی پیدائش کے مثل ہے جو اپنی ابتداء سے انتہا تک مختلف مدارج طے کر کے تکمیل تک پہنچی۔ ایسا ہی حضرت عیسےٰ کے متعلق ہوا"

(معارف القرآن جلد سوم ص۵۰۱-۵۰۲)

پرویز صاحب نے آدمؑ کے متعلق تصور ہی زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ مفہوم آدم میں یہ تحریف پرویز صاحب نے کن بے بنیاد تاویلات کے بل بوتے پر کی ہے۔ ان کا تذکرہ و تنقید اپنے مقام پر ہو گا — یہاں صرف یہ تبلانا مقصود تھا کہ اس آیت میں حضرت عیسےٰؑ کے بغیر باپ پیدا ہونے کی اتنی زبردست دلیل ہے کہ جس کے سامنے پرویزی استدلال کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آگرتی ہے۔ پرویز صاحب نے اس آیت کے زور کو شدت سے محسوس کیا اس لئے انہوں نے حضرت آدم کی پیدائش کے مفہوم کو ہی بدل دیا ہے

وے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

فکرِ دین

حافظ محمد ظہور الحق
— ظہورؔ —

طبیعت جب غمِ ایّام سے غمگین ہوتی ہے
تو ان کی یاد ہی سرمایہ تسکین ہوتی ہے

لکھی جاتی ہے اکثر خون سے صفحاتِ عالم پر
محبّت کی حکایت اس لئے رنگین ہوتی ہے

قدم بے ساختہ منزل کی جانب اٹھتے جاتے ہیں
نظر کے سامنے منزل کی جب تعیین ہوتی ہے

انہیں مشقِ ستم سے کون آخر روک سکتا ہے؟
ہمیں ہی ہر طرف سے صبر کی تلقین ہوتی ہے

ستم ہنس ہنس کے سہتے ہیں زباں سے کچھ نہیں کہتے
سزا جرمِ شکایت کی بہت سنگین ہوتی ہے

ترے ہی رنگ و بُو سے رونق گلزارِ ہستی ہے
ترے ہی ذکر سے ہر بزم کی تزئین ہوتی ہے

کبھی غیر خدا کے سامنے ہم جھک نہیں سکتے
کہ اس میں اشرف المخلوقات کی توہین ہوتی ہے

غمِ ایّام سے آزاد کرتے ہیں ظہورؔ اس کو
کہ جس کی زندگی مرہونِ فکرِ دین ہوتی ہے

ایک سوال کا جواب

مسلمان کیا کریں؟

شیخ الحدیث مولانا الحافظ الحاج محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہٗ
مرسلہ انیس احمد، غزلہ

. مسلمان تباہ ہوتے جا رہے ہیں آخر ان کو کیا کرنا چاہئے۔؟

یہ صحیح ہے کہ مسلمان ہر نوع سے پریشان ہیں انفرادی مشکلات مستقل گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اجتماعی تفکرات علیحدہ دامنگیر ہیں لیکن یہ سوال کہ ان کو کیا کرنا چاہئے ایک عامی سمجھدار مسلمان کے قلم سے بھی موجب تعجب ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے جس کے متعلق اللہ جل شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں تکمیل کا اعلان فرمایا ہے اور اس پر احسان اور نعمت کے پورا کر دینے کا تمغہ عطا فرمایا ہے اور کن پیارے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ٥ (مائدہ ع)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور (اس تکمیل سے) تم پر اپنا انعام پورا کر دیا۔ اور میں اس بات سے خوش ہوں (اور اس کو پسند کرتا ہوں) کہ تمہارا دین (اور مذہب) اسلام ہو۔ (یعنی مذہب اسلام تمہارے لئے مجھے پسندیدہ ہے اور یہی تمہارا مذہب ہے)

کیا ہی مبارک تمغہ ہے کتنا مسرور بنا دینے والا امتیاز ہے، ایسے مکمل دین کے دعوے دار، ایسے کامل مذہب کے پیرو اس میں پریشان ہوں کہ مسلمان کیا کریں۔ اللہ پاک نے اور اس کے سچے رسولؐ نے دین کی یا دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ضرورت اور بات ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کے متعلق صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں احکام نہ بیان فرما دئے ہوں، ان کے منافع اور نقصانات نہ بتا دئے ہوں، اور پھر سب کچھ صرف زبانی تلقین اور کتابی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے سچے رسولؐ، رسولؐ کی فریفتہ جماعت نے ان سب کو عملی جامہ پہنا کر ان پر عمل کر کے اس کا تجربہ بھی کرا دیا ہے۔

الغرض دین و دنیا کی بہبود بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع ہی میں مضمر و منحصر ہے۔ مگر جب ہم لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع کو دقیانوسیت اور اس کی سنتوں پر مر مٹنے کو تنگ نظری سمجھیں تو آخرت کا جو حشر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے اور دنیا کا جو ہو رہا ہے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک حرکت و سکون صحابہ کرامؓ اور محدثین عظامؒ کے طفیل آج کتابوں میں محفوظ ہے۔ ایک طرف اس کو سامنے رکھو دوسری طرف امت کے حالات کو سامنے رکھو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک ایک سنت دیدہ و دانستہ دلیری اور جرأت سے چھوڑی جا رہی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ کیا جا رہا ہے اس کی طرف متوجہ کرنے والوں کو احمق اور دین کا ناسمجھ بتایا جا رہا ہے کیا اس ظلم عظیم کی کوئی حد ہے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو پریشانی کی شکایات کرنے کا کیا جواز ہے اور تقریروں تحریروں میں اس کا شور مچانے کا کیا حق ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے۔

اللہ جل شانہٗ نے کھلے اور صاف الفاظ میں ارشاد فرما دیا:۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ ط وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ٥ (شوریٰ ع ۴)

اور جو کچھ مصیبت تم کو (حقیقۃً) پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہنچتی ہے (اور ہر گناہ پر نہیں پہنچتی بلکہ) بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں (اور اگر وہ ہر گناہ پر دنیا میں پکڑنے لگیں تو) تم زمین میں (کسی جگہ بھی پناہ لے کر) اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور اللہ کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد پاک ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔

(روم ع ۵)

"بر و بحر (یعنی خشکی اور تری غرض ساری دنیا) میں لوگوں کے اعمال کی بدولت فساد پھیل رہا ہے (اور بلائیں قحط، زلزلے وغیرہ نازل ہو رہے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ ان کو چکھا دے۔ شاید کہ وہ اپنے ان اعمال سے باز آ جائیں"۔ اس قسم کے مضامین کلام پاک میں دو چار جگہ نہیں سینکڑوں جگہ وارد ہیں۔

پہلی آیت کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تجھے بتاتا ہوں۔ اے علیؓ! جو کچھ بھی تجھے پہنچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب ہو یا دنیا کی کوئی بھی مصیبت ہو وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی لکڑی کی خراش یا کسی رگ کا حرکت کرنا یا قدم کی لغزش (ٹھوکر کھا جانا) یا پتھر کہیں سے آ کر لگ جانا جو کچھ بھی ہوتا ہے کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بندہ کو کوئی زخم یا اس سے بھی کم درجہ کی کوئی چیز جو پہنچتی ہے وہ کسی اپنی ہی کی ہوئی

(باقی ص۱۸ پر)

تزکیۂ قلب

ارشاداتِ عالیہ: حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ العالی ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(قسط نمبر ۴)

حضرت شیخ التفسیر رح کی مجلس میں آنے سے ایک شخص کا تزکیہ ہونے کا واقعہ

خدا کے بندو! شیخ التفسیر سلطان المشائخ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات ہیں ۔ ایک واقعہ پیش کرتا ہوں ——— عبدالحئی نامی ایک شخص تھا نوجوان ۔ ڈاڑھی منڈا ، لبیں منڈی ہوئی ، بودے رکھے ہوئے ، اور جس سے لینا پھر نہ دینا ، نماز کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی ۔ تہجد کا تو ذکر ہی کیا ہے !! تو بہت مشہور ، جیسے کہتے ہیں نا سخت مزاج ، درشت گیر ، ایسا تھا لیکن حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ سرہٗ کی مجلس میں ، نوراللہ تعالیٰ کی مجلس میں آنے کے بعد پکا نمازی نہیں ، بلکہ اللہ کے فضل سے تہجد خوان بن گیا اور جن کا اُس نے پرانا حق مار رکھا تھا ، وہ گھر میں ، محلے میں ، بستی میں ، پھر کر اُس کا حق ادا کیا ۔ یعنی جہاں خدا کے ساتھ معاملہ بنایا ، وہاں حقوق العباد کی بھی اس کے دل کے اندر فکر تھی کیونکہ حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ سرہٗ جہاں حقوق اللہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے وہاں حقوق العباد کے متعلق بھی فرمایا کرتے تھے ۔ اس قسم کے واقعات ایک نہیں ، دو نہیں ، سینکڑوں ہیں ، کہ حضرت شیخ التفسیر رح کی مجلس میں آنے سے دل کا تزکیہ یہ ہوا کہ اللہ کے ساتھ بھی معاملہ بنالیا اور بگڑے ہوئے تعلقات لوگوں کے ساتھ بھی ٹھیک کر لئے ۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام رفیع

اور تزکیۂ نفس وہ چیز ہے کہ سلطان الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو علم کے اندر وہ مقام رکھتے تھے کہ تقریباً چار ہزار مستند عالم ، اُن سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھ چکے تھے ——— چار ہزار سے زیادہ مستند عالم عالم اُن سے قرآنِ کریم کی تفسیر پڑھ چکے تھے لیکن اتنے وسیع علم کے بعد چالیس برس اپنے پیرو مرشد سلطان المشائخ شیخ الشیوخ العالم حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چالیس برس آتے جاتے رہے ، جب کرایہ بن جاتا تھا تب تشریف لے جایا کرتے تھے ۔

بیعت کے فوائد

تزکیۂ نفس نہایت ضروری چیز ہے تزکیہ دل کا قرآنِ کریم کا مقصود ہے ، اسلام کی روح ہے ، ایمان کا سرمایہ اور ثمرہ ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح بانیٔ دارالعلوم دیوبند نوراللہ مرقدہٗ ، برّد اللہ تعالیٰ مضجعہٗ ، انار اللہ تعالیٰ برہانہٗ ، جب انہوں نے بیعت کی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تو کسی نے پوچھا "حضرت! آپ کا علم تو ایک سمندر ہے ، اور آپ جیسے عالم بہت تھوڑے ہیں اس وقت ملک میں ، تو آپ کو بیعت کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے کیوں بیعت کی؟" ——— فرمانے لگے کہ "ہمارے پاس علم کی مثال ایسے سمجھو جیسے کہ بادام کا روغن اور بادام کا اوپر والا چھلکا ۔ تو ہمارے پاس جو علم ہے وہ ہے بمنزلہ کھوکھے کے اور چھلکے ، چھلکے کے ، اور حضرت حاجی صاحب سے جو ہم نے لینا ہے وہ ہے بمنزلہ روغن بادام کے ۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی کا ارشاد

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قطب الارشاد قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ ، نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ سے پوچھا گیا کہ "حضرت! آپ تو آج اِس زمانے میں ممتاز ترین محققین میں سے ہیں ، آپ نے کیوں بیعت کی؟" ——— تو فرمایا کہ "ہمارے پاس الفاظ ہیں اور اُن کے پاس الفاظ کا مفہوم اور الفاظ کے معانی ہیں ۔"

شیخ کی ضرورت

سلطان الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ "بہت زیادہ علم پڑھنے کے بعد بھی انسان تزکیۂ قلب کے لئے اور دِل کی صفائی کے لئے اور دل کی درستگی کے لئے کسی شیخ کا اور کسی مربّی کا بہرحال محتاج ہے ۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے خلیل ؑ نے جو دعا مانگی تھی وہ دعا یہ تھی کہ تلاوتِ کتاب بھی ہو اور تلاوتِ کتاب کے ساتھ تعلیم کتاب بھی ہو ، تعلیم کتاب کے بعد تعلیم مسائل ، تعلیم احکام ، تعلیم مضمون بھی ہو ، لیکن اصلی چیز جو اخیر میں ہے وہ سب کی روح ہے ۔ یُزَکِّیۡہِمۡ ۔ کہ ان کا تزکیہ کرے ۔ تزکیے کا ہی یہ اثر تھا کہ حضرت امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے دور میں ، جب اُن کے سامنے گرمیوں کے دنوں میں پانی اور شہد ملاکر پیش کیا جاتا ہے پیاس کے موقعہ پر ، رواج ہے کہ کوئی پیاسا ہو تو پانی دیا جاتا ہے ، زیادہ اس کی عزت اور احترام ہو ، تو دودھ ، برف ، میٹھا اور یہ چیزیں ملاکر ، لسی بناکر دودھ ، دہی کی پیش کی جاتی ہے ، بوتلیں پیش کی جاتی ہیں ۔ تو اس وقت قدرتی پانی ٹھنڈا اور شہد ، جسے ماء العسل کہتے ہیں ، یہ حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا ——— اور یہ وہ وقت ہے جبکہ وہ امیرالمومنین تھے ، خلیفۃ المسلمین تھے اور تقریباً بائیس لاکھ مربع میل کی زمین پر فرمانروا تھے ۔ تو جب یہ ماء العسل پیش کیا گیا تو فرمایا کہ میں سادہ پانی پیوں گا ، خالص پانی پیوں گا ، یہ نہیں پیوں گا ، اس لئے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے قبا تشریف لائے تھے اور پانی طلب فرمایا تھا ۔ اور "پانی طلب فرمایا تھا" تو ماء العسل پیش کیا گیا تھا ، آپ ؐ نے فرمایا ۔ "میں

عبد ہوں، اللہ کا بندہ ہوں، خدا کا غلام ہوں، غلاموں جیسی سادہ زندگی بسر کرنی مجھے پسند ہے، یہ حرام نہیں ہے، خدا کی نعمتیں ہیں، استعمال کے لئے ہیں، لیکن میں سادہ زندگی کو ترجیح دیتا ہوں" — "چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں پیا تھا اس لئے میں بھی اسی طرح سفر کی حالت میں ہوں، میں بھی سادہ پانی پیوں گا" — یہ ہے دل کا تزکیہ۔

تزکیہ کی برکات

آج دنیا کے اندر حکمران کس طرح رعایا کا خون نچوڑتے ہیں اور کس طرح دنیا سمیٹتے ہیں اور دنیا کی حکومتوں کے حکمرانوں کے حالات آپ لوگوں کی نظروں سے مخفی نہیں۔ چونکہ تزکیہ نہیں ہے اس لئے بکری کی طرح دنیا کے حکمران کھاتے چلے جاتے ہیں اور پیٹ نہیں بھرتا لیکن خلیفۂ رسولؐ، نائبِ رسولؐ، علیؓ کے داماد، نبیؐ کے خسر، امیرالمومنین کو جب پانی مانگنے پر ایسا ماءالعسل پیش کیا جاتا ہے تو سادہ پانی کو ترجیح دیتے ہیں، سادہ لباس کو ترجیح دیتے ہیں، سادہ خوراک کو اپنی زندگی میں اپنا معمول رکھتے ہیں، تو تزکیۂ قلب بڑی اچھی چیز ہے۔ تزکیہ ہوجائے تو انسان ایسا ہے جیسے کہ سونا۔ کان سے نکل کر اور ساری منزلیں طے کرکے، صاف ہوکر مارکیٹ میں آجاتا ہے۔ یہ ہے سونا۔ اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر پہلی منزل میں ہو تو وہ پتھر کا پتھر یا لوہے کا لوہا ہے۔ اسی طرح انسان کا تزکیہ ہوجائے تو ایک فرشتہ سیرت ہے۔ پھر مرد تو کیا، عورتیں جن کے ذہن کم ہیں، فہم کم ہے، وہ کہتی ہیں مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ (سورہ یوسف آیت ۳۱) — تو مصر کی عورتیں بھی کہتی ہیں اللہ اللہ! یہ کوئی انسان ہے؟ کہ مصر کا حسن اکٹھا ہوکر سامنے آرہا ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ طلب اور پکار ہے اور یہ کسی کی طرف آنکھ اٹھاکر بھی نہیں دیکھتے — یہ ہے تزکیہ۔ جو خدا نے تزکیہ کرکے بھیجا تو وہ ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے چڑیلیں ہوں۔ اور کسی کی طرف آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھتے۔ جو رب کو دیکھ چکے ہوں وہ ایسی فریبی اور ایسی مکارہ کو کیوں دیکھیں؟ جن کی نظر جنت پر ہے، وہ دنیا کی نعمتوں پہ کیوں دل لگائیں؟ جن کی نظر میں خدا کے انوار اور تجلیات ہیں وہ کیوں دنیا کے ان ہواؤ ہوس کے اندر اپنی عاقبت کو خراب کریں۔

نجاشی کے لڑکے کا واقعہ

سنو سنو۔ نجاشی کا واقعہ آپ جانتے ہیں کہ اُس نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور پناہ دینے کے بعد مسلمان ہوگیا تھا اُن کی وفات کے بعد سلطنت کے اندر کچھ انتشار آگیا۔ اور کوئی پراگندگی آگئی اور اس کا لڑکا قید ہوکر نیلام ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خرید کرکے اُس کے باپ کے احسان کے بدلے میں آزاد کردیا تھا اور ایک اچھی خاصی جاگیر اُن کو دیدی تھی کہ اس پر گذارہ کرو۔ تو نجاشی کے بیٹے کو قوم نے یاد کیا۔ ملک کے حالات اب ٹھیک ہوگئے اور پیش کش کی کہ آؤ اب ہم آپ کو اپنا حکمران بناتے ہیں، آپ ہمارے محبوب حکمران کے فرزند ہیں اور یادگار ہیں، آپ آجائیں۔ تو کہتے ہیں سبحان اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت دے دی ہے، اسلام کی دولت دی ہے، اب میں سلطنت کے جنجال میں کیوں پڑوں؟ اور اس مخمصے میں کیوں پڑوں؟ یہ تو ایسا بوجھ ہے کہ مجھ سے نہیں اٹھایا جاتا۔ حکمران کے فرائض بڑے ہیں، حکمران کی ذمہ داریاں بڑی ہیں، میں اُن ذمہ داریوں کو کیوں اپنے کندھے پر لوں؟ اللہ جانے کامیابی ہو، یا کامیابی نہ ہو۔

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ اور دیگر اہل اللہ حضرات کا تذکرہ

تو میرے دوستو! مضمون ادھورا رہ گیا۔ بات اتنی عرض کرنی تھی کہ اللہ کے خلیلؑ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! ایسا رسول بھیج جو تزکیہ کرے، جو تلاوت، تعلیم، حکمت اور تزکیہ کرے۔ تو نبیؐ نے تزکیہ کیا۔ ایک کا نہیں، دو کا نہیں، تین کا نہیں، اچھی طرح سنو! چار پانچ کا نہیں، ساری عرب کی آبادی کا تزکیہ کیا۔ اور اس تزکیے کا سلسلہ چلا، سینکڑوں ہزاروں نہیں، لاکھوں اولیاء کرام دنیا کے اندر پیدا ہوئے، اور حضرت ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جو خراسان کے حکمران تھے بنگال تک پہنچے سرکش ہوکر، اور بنگال میں جاکر تبلیغ کی اور اُن کے زہد و تقویٰ کے نور سے بنگال کے اندر اسلام پھیلا، اور سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح کی تحقیق ہے، فرمایا کہ وہ ستّر برس رہے اجمیر میں اور ننانوے ہزار آدمی اُن کی تلقین سے اور ان کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کیا اُن ننانوے ہزار نے تفسیر کبیر پڑھی تھی؟ یا تفسیر روح المعانی پڑھی تھی؟ یا تفسیر ابن جریر علامہ نیشاپوری پڑھی تھی؟ یا بیضاوی، مدارک وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا؟ بخاری، موطا امام مالک پڑھا تھا؟ انہوں نے کچھ نہیں پڑھا، پڑھا تھا چہرہ حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اُن کے دل کا تزکیہ ہوا، شرک ختم ہوا، توحید آئی، بے دینی ختم ہوئی، پکے دیندار بن گئے۔

دعاء

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کی سچی محبت نصیب فرمائے اور قیامت کے دن اولیاء کرام کی شفاعت ہماری نجات کا ذریعہ بنے۔ سچی بات ہے کہ انسان کی اصلاح مجلس کے ذریعے سے ہوتی ہے اور مجلس اولیاء کرام کی نہایت ضروری ہے اور بیعت ایک ذریعہ ہے تزکیۂ قلب کا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۵ر فروری ۱۹۶۸ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(سورت ہود)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ م بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ہ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُہٗ ط اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْھِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُمْ وَ حَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ہ

(صدق اللہ العلی العظیم) (ہود ۷، ۸)

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج پھر ہم کو قرآن کریم سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرمایا۔ اللہ مجھے بھی آپ کو بھی اس سعادت سے محروم نہ فرمائیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

میرے بھائیو! مسلمان کی سب سے بڑی غرض یہی ہونی چاہئے کہ اللہ کے دین کی بات کو سُنے اور سنائے۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے کام ہیں جو کچھ بالطبع ہیں کچھ بالذات ہیں۔ یعنی کچھ مقصودِ حقیقی ہیں اور کچھ اُن کے اسباب ہیں۔ ہیں تو وہ سارے کے سارے اسباب لیکن ہماری دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بھی کچھ کام ایسے ہیں جو اسباب ہیں اور کچھ ہمارے مقصود ہیں۔ جیسا کہ محنت کرنا مزدوری کرنا، ملازمت کرنا، کھیتی باڑی کرنا۔ یہ سب اسباب ہیں، ان سے مقصد اپنا پیٹ پالنا ہے۔ اسی طرح مسلمان کی زندگی دنیاوی اعتبار سے اسباب کی زندگی ہے اور مقصود مسلمان کا کیا ہے؟ اللہ کی رضا۔ تو تھوڑا سا وقت بھی انسان کو اگر اللہ کے دین کے لئے میسّر ہو جائے تو اس پر خداوند قدوّس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ہر چیز کا بدل، ہر چیز کا عوض مل سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی معیّت، ربّ العالمین کے حضور پیش ہو جانا، تھوڑی دیر کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دینا، عقیدے کے اعتبار سے، یہ بہت بڑی نعمت ہے — اگر یہ فوت ہو جائے تو میرے بھائیو! اور بزرگو! اس کا پھر بدل نہیں ملتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے۔ اس کا خصوصی احسان ہے مجھ جیسے گنہگار پر بھی اور آپ بھائیوں پر بھی کہ اللہ تعالےٰ ہمیں مہینے میں ایک دفعہ قرآن سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرما دیتے ہیں۔ اللہ اس میں مزید برکت پیدا فرمائیں — اللہ ہم کو اس درس کی صحیح طور پر قدر اور وقعت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت عمرانؓ ایک صحابی ہیں رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے۔ بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں۔ جن کے ساتھ فرشتے آکر سامنے ملاقات کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عمرانؓ کے ساتھ فرشتے آکر ملاقات کرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آکر پھر دیکھا کرتے تھے — نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے صحابہ میں بہت سی صفاتِ نبوتیہ منتقل ہو چکی تھیں۔ جیسا کہ حضرتِ عمرانؓ کے متعلق مَیں نے ابھی عرض کیا کہ وہ بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں۔ ملائکہ آپ کے ساتھ آکر سامنے لوگوں کے ملاقات کرتے تھے، لوگ دیکھتے تھے۔

حضرت دحیہ کلبی، نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ جبریل امین عموماً ان کی شکل میں جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کو بہت بڑا شرف عطا فرمایا۔ حضرتِ عمرانؓ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک وفد آیا ایک بات پوچھنے کے لئے، اور وہ ابھی جو ایک آیت آنے والی ہے، اُس کی تشریح تھی۔ پوچھا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سائلین نے کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) یہ جب ساری کائنات نہ تھی تو اللہ تعالےٰ کہاں تھا؟ یہ سوال بطورِ حجّت کے تھا، تحقیق کرنی مقصود نہ تھی۔ دنیا میں بہت سے سوال ایسے کئے جاتے ہیں بطور حجّت بازی کے، اس لئے قرآن کریم نے بہت سوال کرنے سے روکا ہے۔ اور اس سوال کرنے کی اجازت دی ہے جس کا تعلق انسان کے دین کے ساتھ ہو۔

قرآن مجید میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا، انہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (سورۃ بقرہ میں ہے) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ یہ جناب سے پوچھتے ہیں چاندوں کے متعلق۔ صحابہ کرامؓ کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ یہ چاند کبھی ہلال ہوتا ہے کبھی بدر بن جاتا ہے، کبھی قمر ہوتا ہے، کبھی چھوٹا کبھی بڑا۔ اس میں حکمت کیا ہے از روئے فلسفہ اور از روئے علم الافلاک؟ مقصد یہ تھا۔ قرآن نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ (البقرہ) آپؐ فرما دیجئے کہ چاند کے فائدے پوچھئے، چاند جو ہے یہ میقات ہے، بہت بڑا کیلنڈر ہے، لوگوں کو وقت بتانے کا۔ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا ص (البقرہ ۱۸۹) اس کا نام نیکی نہیں ہے کہ تم مکانوں کو پیٹھوں کی طرف سے آؤ۔ یعنی ایسے سوال نہ کرو جن سوالوں کا

تعلق تمہارے دین کے ساتھ نہیں ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالےٰ نے جو وحی انسانی نجات کے لئے نازل فرمائی اس کے آخری اور کامل پیغامبر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام رضؓ نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دین کے معاملات بہت کم پوچھے ہیں جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس پر عمل کیا۔ غیر مسلم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں پوچھا کرتے تھے جیسا کہ روح کے متعلق پوچھتے تھے۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ بنی اسرائیل ۸۵) اسی طرح اس بات کے متعلق بھی سوال کیا۔ صحابہ کرام رضؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک وفد آیا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ ساری کائنات نہ تھی تو اللہ تعالےٰ کہاں تھا؟ یہ ایک حجّت بازی کا سوال ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو امامِ اعظم کہا جاتا ہے۔ ہمارے احناف کے ہاں ان کا بڑا بلند مرتبہ اور بہت بڑا درجہ ہے ہمارے قانونِ حنفی میں مقننِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، جن کے متعلق بعض لوگ آج کل یہ مشہور کر رہے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ جو تھے وہ عقل کو نقل پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ کتنا بڑا الزام ہے آپ کے خلاف۔ آپ کے زمانے میں بھی دہریوں نے آپ کے متعلق یہ کہا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے میرے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتا ہوں، نقل سے مراد کیا ہے؟ اللہ کی بات اور اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، تو اس پر کسی بندے کو، کسی امتی کو یہ حق کیسے پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو ترجیح دے۔ امت کا تو مفہوم ہی یہ ہے کہ اپنے نبی کو امام اور قائد مانے۔

امام سے پہلے جانے والے کی تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ مقتدی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ امام سے پہلے جائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی ایک حدیث میں کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع اور سجدے میں جاتا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس کی شکل گدھے کی نہ ہو جائے (ترمذی میں حدیث ہے)

جو آدمی اس امام سے جو امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاکِ پا کا بھی درجہ نہیں رکھتا، ہمارے چند وقتوں کا امام ہوتا ہے اس کو امام بناتے ہیں نماز کے لئے۔ اس امام سے بھی آگے رکوع سجدے میں جانے کے لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا۔ فرمایا کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع میں جائے۔ مقتدی ہے، نیت باندھی ہے "پیچھے اس امام کے" اب امام ابھی کھڑا ہے یہ رکوع میں پہلے چلا گیا، امام ابھی بیٹھا ہے یہ سجدے میں پہلے چلا گیا۔ تو فرمایا۔ مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے کہ اس کی شکل کہیں گدھے کی سی نہ ہو جائے۔ کیونکہ گدھے میں یہ حماقت ہے۔ حماقت اور بے وقوفی گدھے کے متعلق مشہور ہے۔ تو یہ حماقت کی بات کر رہا ہے۔ میرے بھائیو! اس معمولی امام سے آگے جانے کی ہمیں اجازت نہیں تو وہ جو امام الانبیاء ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی بات پر ہماری بات کرنا یہ تو کچھ مقام ہی نہیں رکھتا بلکہ بہت بڑی بے دینی ہے۔

تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے اگر میں اپنی عقل کو ترجیح دیتا نقل کے مقابلے میں تو (آپ نے چند مثالیں بیان فرمائیں) —— یہ سب تمہید قرآن ہی کے متعلق ہے۔ اور اس کا تعلق قرآن کے درس کے ساتھ ہی ہے۔ یہ ساری مجلس درسِ قرآن کی ہے اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائیں — جو بات میرے بزرگو! دین کے لئے ہو، اس کے سارے ما لہٗ، ما علیہ، سب دین بن جاتے ہیں۔ جو آدمی گھر سے وضو کر کے نکلے، مسجد میں آئے نماز کے لئے، اس کا وضو کر کے راستے میں آنا، یہ بھی نماز میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی جہاد کے لئے اپنا گھوڑا خریدے، اور اگر جہاد نہ بھی کیا ہو، نیت جہاد کی تھی۔ قیامت کے دن وہ گھوڑا بھی، بلکہ اس گھوڑے کی لید اور پیشاب تک نامۂ اعمال میں تولا جائے گا، میزانِ عمل میں اس کو سعادت ملے گی۔ تو آپ بھائی جس طرح دور دراز سے تشریف لاتے ہیں آج ہمارے کچھ بھائی پشاور سے تشریف لائے، ایبٹ آباد سے تشریف لائے۔ اللہ ان کے آنے کو اپنی رحمت کیلئے قبول فرمائے۔ یہ دین ہی کے لئے تو آئے ہیں، یہاں اور کیا رکھا ہے؟ دین کی چند باتیں یہ گنہگار کہہ دیتا ہے اور آپ حضرات ان کو سنتے ہیں، اللہ ہمیں صحیح عملؔ کی توفیق عطا فرمائے۔

تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتا تو۔ بتایئے عورت زیادہ ضعیف ہے کہ مرد کمزور ہے؟ سب جانتے ہیں کہ عورت زیادہ کمزور ہے مرد کے مقابلے میں۔ قرآن مجید نے کہا کہ اگر باپ مر جائے اس کا ایک بیٹا رہ جائے، ایک بیٹی رہ جائے تو بیٹی کو کتنا حصّہ ملے گا؟ ایک۔ بیٹے کو دو۔ فرمایا اگر میں عقل کو ترجیح دیتا تو کہتا کہ بیٹے کو دو ملیں بیٹی کو ایک ملے کیونکہ بیٹی کمزور ہے۔ لیکن میں عقل کو ترجیح نہیں دیتا۔ آپ کے زمانے میں ایسے بڑے مباحثے ہوئے۔ آپؒ سے ایک دفعہ پوچھا گیا۔ دہریوں نے چند سوال کئے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ سے پہلے کیا تھا؟ آپؒ بہت بڑے صاحب فہم و فراست گذرے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ دیکھو تم گنتی کرو۔ ایک، دو، تین، چار... اس نے گنتی شروع کی۔ فرمایا ایک سے پہلے ذرا گنو کیا ہے؟ اس نے کہا جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا۔ پھر اللہ سے پہلے کیا ہو سکتا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آکر سوال کیا ایک وفد نے کہ اللہ کے نبی! جب کائنات

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ: مجلس ذکر

لیس ہو کر تشریف لے آتے۔ نوجوان صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنی رائے پر مُصر نہیں ہیں بلکہ جنابؐ کے ارشاد پر عمل کرنے کو تیار ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰہِ ط کہ نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ [illegible] جنگ سے لیس ہونے کے بعد [illegible] لڑے انہیں اتار دے — لہٰذا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے وہاں پیش ول سمیت احد پہاڑ کی طرف اپنے موقف۔ جیسے ہی حدودِ شہر سے تھا۔ لیکن ملز نکلا کہ منافقِ اعظم عبداللہ شرکت نہ کی نے قریباً تین سو ساتھیوں کو اعتراض کیا کہتے ہوئے پلٹ آیا کہ ان حالاتے چونکہ مانی نہیں گئی اس لئے کے بیانا آپ لوگوں کے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔

پیغمبرؐ کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ

اہل مدینہ کی تعداد جو کفارِ مکہ سے پہلے ہی کم تھی وہ اقل قلیل رہ گئی۔ لیکن اللہ کے فضل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کفار کو شکست اور مسلمانوں کو اول وہلہ میں فتح نصیب ہو گئی — یہاں درّے میں متعین چند صحابہؓ سے ایک سہو ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کو درّے پر متعین فرماتے ہوئے یہ سخت احکام دئے کہ چاہے ہم فاتح ہوں یا مفتوح، غالب ہوں یا مغلوب جب تک ہم اجازت نہ دیں اس درّے سے نیچے نہ اُترنا، چاہے ہمیں تمہارے سامنے گدھیں نوچ نوچ کر کھا رہی ہوں — کچھ دیر پہلے بعض صحابہؓ نیچے اترنے لگے تو ان کے سربراہ عبداللہ بن جُبیرؓ نے انہیں ٹوکا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ لڑائی کا مقصد فتح حاصل کرنا تھا جو الحمد للہ نصیب ہو گئی — لیکن عبداللہ بن جُبیرؓ نے یاد دلایا کہ اس بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بہت سخت ہیں — مگر انہوں نے کہا کہ کفار میدان سے بھاگ رہے ہیں۔ مسلمان ان کا پیچھا کرتے ہوئے مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں، ہمیں بھی ان کا ساتھ دینا چاہیئے۔

بدقسمتی سے خالد بن ولید جو اس جنگ میں کفار کے سالارِ لشکر تھے۔ انہوں نے پسپا ہوتے ہوئے اس درّے کو کمزور پا کر دوسری طرف سے حملہ کر دیا۔ اس طرح وہ فتح ہوتے ہوتے رہ گئی۔ لیکن اس موقع پر کفار کو بھی کامل فتح نصیب نہ ہو سکی۔

اس سارے واقعہ سے کہ **حاصل** جس کا موقع پر صرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے، یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبیؐ کے فرمان سے معمولی سی بے اعتنائی سخت نقصان رساں اور تکلیف دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کو بھی اَطِیْعُوا اللّٰہَ قرار دیا ہے۔ قرآن میں بار بار نبی کی اطاعت و فرمانبرداری کو ضروری قرار دیا گیا ہے جیسے اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وغیرہ۔

فتح و ظفر کے حصول کی شرط

فتح و کامرانی کی آرزومند جماعت کے لئے اس دستور العمل کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ورنہ وہ کسی طرح بھی اعلیٰ کامیابی پر فائز نہیں ہو سکے گی۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جنگ سے فارغ ہو کر اپنی حالت پر غور کریں گے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زخمی ہونا انہیں یاد آئے گا۔ جلیل القدر صحابہؓ کا مجروح ہونا، حضرت حمزہؓ کا مُثلہ کیا جانا، تیراندازوں کی نافرمانی اور فتح و ظفر کے نتائج سے محرومی، یہ تمام واقعات ایک ایک کرکے اُن کے سامنے آئیں گے۔ ممکن ہے کہ اُن میں سے بعض رنج و غم میں مبتلا ہو کر اپنا تمام وقت اس میں صرف کر دیں۔ ان لوگوں کو فلسفۂ آلام و مصائب سمجھایا جاتا ہے کہ اگرچہ یہ تمام مصیبتیں تم پر آئیں مگر تمہیں ان سے بے حد فوائد بھی تو حاصل ہوئے اور بعض نتائج تو اسی صورت میں مل سکتے تھے کہ یہ تکالیف تم پر نازل ہوئیں۔ پس یہ حوادث تمہارے لئے مثمر برکات ثابت ہوئے۔ پھر رنج و غم اور حزن و ملال کیسا؟ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران ۱۳۸) (ترجمہ) اور سُست نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

ایسے وقت میں جب کہ ان پر چاروں طرف سے مصیبتوں اور تکلیفوں کی بارش ہو رہی ہو، انہیں یہ مسرت انگیز خبر دی جاتی ہے کہ اگر تم خداوند قدوس کا ہر حکم اعتقاداً و عملاً مانتے رہو۔ اور اس کی راہ میں اپنی ہر عزیز ترین متاع قربان کرنے کو مستعد ہو تو آخر کار فتح و ظفر تمہارے ہی ہمرکاب ہو گی۔

یاس و قنوط مسلمان کا شیوہ نہیں

تفسیر ابن جریر طبری میں ہے کہ صحابہ جنگِ اُحد میں سخت پریشان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ خالد بن ولید پہاڑ پر اپنی جماعت کے ساتھ تھا کہ اتنے میں مسلمانوں نے ذاتِ رسالتؐ کو زندہ دیکھ لیا تو وہ بے انتہا مسرور ہوئے اور آپؐ نے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ لَا قُوَّةَ لَنَا اِلَّا بِكَ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَّعْبُدُكَ بِهٰذَا الْبَلَدِ غَيْرَ هٰؤُلَاءِ فَلَا تُهْلِكْهُمْ۔ (ترجمہ) خداوندا! تیری ہی تائید تقویت بخش ہے۔ اس شہر میں ان مسلمانوں کے سوا اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں۔ تو انہیں ہلاک نہ کر — اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَهِنُوْا الخ (آل عمران ۱۳۸)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ ایک مسلمان خواہ کیسی ہی سخت سے سخت مصیبت میں مبتلا ہو، قید خانہ کی کوٹھڑی ہو ہو، آہنی زنجیریں اس کے پاؤں میں ہوں یا سولی کے تختے پر لٹک رہا ہو، کوئی حالت ہو، مگر اس پر کبھی یاس و قنوط نہ طاری ہونی چاہئے، وہ کبھی ہمت نہ ہارے اور غم نہ کرے کہ عاقبت کار وہی کامیاب و سربلند ہو گا۔

حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کی شدید علالت

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری چند دنوں سے شدید علیل ہیں۔ تمام بزرگوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ اور عاجلہ سے سرفراز یں۔ آمین ثم آمین۔ (حاجی بشیر احمد خادم)

پولیس نے مسجد میں گھس کر نماز پڑھتے ہوئے لوگوں پر لاٹھیاں برسائیں

ڈی ایس پی چیمہ نے مولانا عبید اللہ انور کے پیٹ میں لاتیں ماریں جن سے وہ خون تھوکنے لگے!

ہائی کورٹ میں ڈی ایس پی چیمہ کے خلاف مقدمہ شروع

لاہور ۲ جولائی پاکستان ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس شیخ شوکت علی کی عدالت میں آج ڈی ایس پی مسٹر محمد شریف چیمہ کے خلاف مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی فاضل جج نے فریقین کے وکلاء کے دلائل کے بعد مزید سماعت کل پر ملتوی کر دی۔ فاضل جج نے حکم دیا کہ کل صرف اس سوال پر بحث کی جائے گی کہ آیا مسٹر چیمہ نے تمام کارروائی اپنے سرکاری فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں کی تھی۔ اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۲۲ کے تحت ان کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے یا نہیں فاضل جج نے حکم دیا۔ کہ کل شہادت قلمبند نہیں کی جائے گی۔ اس لئے گواہوں کو کل کے لئے پابند نہ کیا جائے۔

آج کارروائی شروع ہوتے ہی۔ ڈی ایس پی کے وکیل مسٹر ایم بی زمان نے ایک درخواست عدالت میں پیش کی جس میں کہا گیا کہ درخواست دہندہ پولیس افسر وقوعہ کے روز ضابطہ فوجداری کی دفعات ۱۲۷ و ۱۲۸ کے تحت اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اس کے ساتھ پولیس کے دیگر افراد بھی تھے۔ اس روز ملزم پولیس افسر کے علاوہ موقعہ پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سٹی مجسٹریٹ اور ایس ایس پی لاہور بھی تھے۔ اور ملزم پولیس افسران افسران کی ہدایات کے مطابق ان کے احکامات کی تکمیل کر رہا تھا۔ ملزم پولیس افسر نے غیر قانونی اجتماع کو افسران کے حکم کے مطابق منتشر کرنے کے لئے معمولی طاقت کا بھی استعمال کیا اس وقت صورت یہ تھی۔ کہ پولیس پر غیر قانونی ہجوم پتھراؤ کر رہا تھا۔ ملزم پولیس افسر اور دیگر پولیس ملازمین نے ان افسران کے احکامات کی تکمیل کی تھی۔ جنہیں قانون کے مطابق احکامات دینے کے اختیارات حاصل تھے ان حالات میں درخواست دہندہ کو دفعہ ۱۲۲ ض ف کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ ملزم پولیس افسر کے وکیل نے کہا۔ کہ صوبائی حکومت نے اس معاملہ کی انکوائری کر کے اس کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت نہ دی ملزم نے حکومت کے ایما پر سب کارروائی کی اور مستغیث نے حکومت کو فریق تک نہ بنایا۔ غیر قانونی اجتماع کو منتشر ہونے کا حکم سٹی مجسٹریٹ نے دیا۔ اور جب وہ پندرہ سیکنڈ تک منتشر نہ ہوا تو درخواست دہندہ کو یہ کارروائی کرنے کا حکم دیا گیا وکیل صفائی نے کہا کہ علماء کی توہین نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ انہیں احترام کے ساتھ پولیس اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

مولانا عبید اللہ انور کے وکیل قاضی محمد سلیم نے کہا کہ عدالت کو دیکھنا ہے۔ کہ ملزم نے جو کارروائی کی وہ اچھے ارادے سے کی یا بدنیتی کے تحت کی انہوں نے کہا کہ پولیس پہلے ہی سے تیار تھی کہ احتجاجی جلوس نہ نکلنے دیا جائے جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مسلح پولیس کی کثیر تعداد موقع پر موجود تھی انہوں نے تمام نمازیوں کو گھیر لیا اور وہ ابھی جلوس نکالنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ لاٹھی چارج شروع کر دیا گیا۔ پولیس نے مولانا عبید اللہ انور پر لاٹھیاں برسائیں۔ اور ملزم نے ان کے پیٹ میں لاتیں ماریں۔ جس کے سبب مولانا عبید اللہ انور خون کی قے کرنے لگے۔ ان تمام باتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ملزم نے کس نیت کے تحت یہ کارروائی کی انہوں نے کہا کہ اس موقع پر ڈسٹرکٹ اور سٹی مجسٹریٹ بھی موجود تھے انہیں بھی فریق مقدمہ بنایا گیا تھا لیکن سیشن جج نے ان کو بے قصور قرار دیا قاضی سلیم نے مزید کہا کہ اس افسوسناک واقع پر سابق صدر ایوب نے بھی اظہار افسوس کیا تھا بعد ازاں اعلیٰ سرکاری حکام جن میں ملزم بھی شامل تھا مولانا عبید اللہ انور کی عیادت کے لئے ہسپتال گئے اور ان سے معذرت چاہی انہوں نے کہا کہ جہاں تک ملزم کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے صوبائی حکومت کی منظوری کا تعلق ہے اس کے لئے پہلے یہ ثابت کرنا لازمی ہے۔ کہ جس ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کیا گیا تھا وہ غیر قانونی اجتماع تھا یہ ثابت کرنا ملزم کا کام ہے کہ وہ ہجوم غیر قانونی تھا۔ اور ملزم نے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران کارروائی کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ

اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق جمعیت علماء اسلام نے احتجاجی جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا اور قرار پایا کہ جلوس دو دو کی قطار میں ہو تاکہ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی نہ ہو انہوں نے کہا کہ جمعۃ الوداع کے خطبہ میں جلوس میں شرکت کرنے والوں کو ہدایت کی کہ وہ کوئی نعرہ یا خلاف قانون حرکت نہ کریں۔ ابھی جلوس کی قطار مکمل نہ ہوئی تھی۔ کہ پولیس ٹوٹ پڑی۔ اس وقت مسجد میں سے لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ پولیس نے ان لوگوں پر بھی لاٹھیاں برسائیں انہوں نے استغاثہ کے گواہ ڈاکٹر ظہور الحق کا بیان پڑھا جس کے مطابق پولیس نے ان پر اس وقت لاٹھیاں برسائیں۔ جب کہ وہ سجدے میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق سٹی مجسٹریٹ نے دس منٹ کے اندر ہجوم کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ لیکن چند سیکنڈ کے بعد پولیس ان پر ٹوٹ پڑی انہوں نے کہا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی میں سٹی مجسٹریٹ کو منتشر ہونے کا حکم دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ان حالات میں ملزم پولیس افسر ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۳۲ کے تحت تحفظ کا دعویٰ کرنے کا مجاز نہیں فاضل جج نے دلائل کی سماعت کے بعد اس نکتہ کی وضاحت کے لئے فریقین کے وکلاء کو کل دلائل دینے کا حکم دیا۔ اور گواہوں کو کل کے لئے طلب نہ کرنے کی ہدایت کی۔ استغاثہ کی جانب سے مسٹر فاروق بیدار بھی پیش ہوئے

(امروز ۳ جولائی)

ہائی کورٹ نے ڈی ایس پی چیمہ کی درخواست مسترد کر دی

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملزم کو مولانا عبید اللہ انور کے پیٹ میں لاتیں مارنے کا حکم نہیں دے سکتے تھے۔ وکیل صفائی

لاہور ۳ جولائی۔ مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس شیخ شوکت علی نے ڈی۔ ایس۔ پی محمد شریف چیمہ کی یہ درخواست مسترد کر دی ہے کہ انہوں نے وقوعہ کے روز جو کچھ کیا تھا سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران حکام بالا کے حکم کی تعمیل میں کیا تھا اس لئے انہیں ضابطہ فوجداری کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ فاضل جج نے حکم دیا۔ کہ وہ کل پہلے مستغیث مولانا عبید اللہ انور کا بیان قلمبند کریں گے اور پھر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

سٹی مجسٹریٹ اور ایس ایس پی لاہور کے بیانات قلمبند کریں گے فاضل جج نے ڈی۔ ایم مسٹر شیر خاں ہندیال۔ سٹی مجسٹریٹ سید ناصر علی شاہ اور ایس ایس پی الحاج حبیب الرحمن کو کل عدالت میں پیش ہونے کا بھی حکم دیا ہے۔

آج کی کاروائی کا آغاز مستغیث کے وکیل میاں محمود علی قصوری کے دلائل سے ہوا۔ انہوں نے مذکورہ افسروں اور مقدمہ کا ریکارڈ طلب کرنے [illegible] کرتے ہوئے کہا کہ جب اس عدالت نے مقدمہ کی انکوائری سیشن جج لاہور کے سپرد کی تھی۔ تو ملزموں کو اجازت دی تھی۔ کہ وہ وہاں پیش ہو سکتے ہیں۔ اس طرح گویا ملزموں کو اپنے موقف کی وضاحت کرنے کے لئے موقع دیا گیا تھا۔ لیکن ملزموں میں سے کسی نے بھی انکوائری میں شرکت نہ کی۔ اور نہ ہی کسی گواہ کے بیان پر اعتراض کیا۔ اور نہ خود کوئی گواہ پیش کیا ان حالات میں انکواری کے دوران جن گواہوں کے بیانات قلمبند کئے گئے تھے۔ ان کی صداقت پر شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس موقع پر ملزم پولیس افسر نے جن افسروں اور ریکارڈ کو استغاثہ کے گواہوں کی شہادت قلم بند کرنے سے قبل طلب کرنے کی استدعا کی ہے وہ بے جا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزم کا یہ موقف درست نہیں ہے۔ کہ اس کو سٹی مجسٹریٹ نے غیر قانونی اجتماع کو منتشر کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور ملزم نے طاقت کا استعمال ان کے حکم پر کیا تھا۔ اس لئے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۳۲ کے تحت اسے تحفظ حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی میں سٹی مجسٹریٹ کو مبینہ اجتماع کو غیر قانونی قرار دینے اور اس پر لاٹھی چارج کرنے کا اختیار ہی نہیں تھا دوسرے منتشر کرنے کے حکم کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان لوگوں پر بھی لاٹھیاں برسائی جائیں۔ جو نماز کی حالت میں تھے یا گرفتاری کے بعد مولانا عبید اللہ انور اور ان کے ساتھیوں کو بید سے ماریں یا انہیں داڑھیوں سے پکڑ کر گھسیٹیں۔ انہوں نے کہا کہ پولیس کو یہ قطعی حق نہیں تھا۔ کہ جمعۃ الوداع کے مقدس دن پر نماز ادا کرنے والوں کو نہ صرف مارنے بلکہ ان کے اثاثے بھی چھین لے گرفتار کرنے کے بعد بید مارنے یا پیٹ میں لاتیں مارنے کا ملزم کو کس نے حکم دیا تھا۔ اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ملزم نے جو کچھ کیا سٹی مجسٹریٹ کے حکم کی تعمیل میں کیا تھا۔ لیکن جب [illegible] نے سٹی مجسٹریٹ کے حکم سے تجاوز کیا [illegible] اس کی تمام کاروائی جرم بن جاتی ہے یہاں قصوری نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اگر پہلے مستغیث اور دو تین گواہوں کے بیانات قلمبند کرئے جائیں تو انہیں ملزم کی درخواست منظور کر لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ڈی۔ ایس پی مسٹر چیمہ کے وکیل ایم بی زمان نے اصرار کیا استغاثہ کے گواہوں سے پہلے ڈی ایم سٹی مجسٹریٹ اور ایس ایس پی کو طلب کیا جائے انہوں نے کہا کہ اس درخواست کا مقصد یہ ہے کہ ان افسروں کے بیانات سے ثابت ہو جائیگا کہ ملزم پولیس افسر نے ان احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیئے تھے یا نہیں انہوں نے کہا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ملزم پولیس افسر اپنے فرائض کی انجام دہی میں یہ کاروائی کی تو پرانے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۳۲ کے تحت تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ استغاثہ اس مرحلہ پر ختم ہو جائے۔ اس سے عدالت کا وقت بچ جائے گا۔ اس مرحلہ پر فاضل جج نے کہا۔ کہ سٹی مجسٹریٹ نے پندرہ سیکنڈ میں اجتماع کو منتشر ہونے کا حکم دیا تھا۔ کیا چالیس ہزار افراد اتنے کم وقت میں منتشر ہو سکتے ہیں۔ کیا ڈی ایس پی یہ نہیں سوچ سکتا کہ منتشر ہونے کے لئے یہ وقت کم ہے۔ فاضل جج نے کہا کہ اگر سٹی مجسٹریٹ فائرنگ کرنے کا حکم دیتا۔ تو کیا ملزم فائرنگ کر دیتا۔ ملزم کے وکیل مسٹر زمان نے کہا کہ ملزم کا فرض نہیں تھا۔ کہ وہ سٹی مجسٹریٹ سے زیادہ وقت دینے کی درخواست کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر بالفرض محال سٹی مجسٹریٹ فائرنگ کا حکم دے دیتا۔ تو ملزم پولیس افسر کا فرض ہوتا۔ کہ اس حکم کی تعمیل کرے فاضل جج نے فریقین کے وکلاء کی بحث کے بعد مسٹر چیمہ کی درخواست مسترد کر دی اور ڈسٹرکٹ و سٹی مجسٹریٹ اور ایس۔ ایس پی کو کل پیش ہونے کا حکم دے دیا (امروز ۴ر جولائی ۱۹۶۹ء)

کتابچہ تحریک فری میسن کی حقیقت

حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام کراچی ڈویژن کا مرتبہ کتابچہ جس میں بدنام زمانہ یہودی نواز تحریک فری میسن کی حقیقت پورے طور پر عیاں کی گئی ہے۔ ڈاک اور اشاعت فنڈ کے لئے صرف پچاس پیسے کے ٹکٹ بھیج کر آج ہی منگوالیں۔

حافظ عبد الستار بوہی، حمیدہ منزل۔ نزد غریب شاہ میوہ شاہ روڈ۔ کراچی ع۱

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعدہ لا رسول بعدہ ولا رسالۃ بعدہ

معزز ناظرین ! ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۵ء سے مسجد جامع پسرور میں تعلیمی کام شروع ہے سینکڑوں طلباء کرام حفظ و ناظرہ قرآن مجید ختم کر چکے ہیں۔ کافی تعداد میں ابتدائی تعلیم اسی مدرسہ میں حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند، جامعہ مدنیہ، جامعہ اشرفیہ جامعہ رشیدیہ، جامعہ خیر المدارس میں تکمیل کر کے مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اب مدرسہ کے مصارف بڑھ چکے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت بھی زیر تعمیر ہے۔ اب بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لئے مولانا مولوی سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب کو سفیر مقرر کیا ہے۔ سند سفارت، رسید بک ان کے پاس ہے۔ احباب کرام اس صدقہ جاریہ میں حصہ لے کر سعادت دارین حاصل کریں۔ والسلام

دعا گو مفتی بشیر احمد نقشبندی، قادری
خطیب جامع مسجد و امیر مدرسہ حنفیہ قادریہ پسرور

ترجمان اسلام کا ”شیخ الحدیث نمبر“

ہفت روزہ ترجمان اسلام کا ”شیخ الحدیث غور غشتی نمبر“ بعض مجبوریوں کی بناء پر شائع نہیں کیا جا سکا تھا اب حسب وعدہ انشاء اللہ العزیز ۲۵ر جولائی ۱۹۶۹ء کو پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس نمبر میں حضرت شیخ الحدیث کے حالات زندگی کے علاوہ جمعیۃ علماء اسلام کی تاریخ اور علماء حق کے کارنامے بھی قارئین ترجمان اسلام کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

ایجنٹ حضرات فوری طور پر اپنے آرڈر بک کرالیں نیز مضامین بھیجنے والے حضرات جلد از جلد اپنے مضامین درج ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں دیر سے پہنچنے والے مضامین شائع نہیں کئے جائیں گے۔

محمد حنیف سہارنپوری انچارج ہفت روزہ ترجمان اسلام
چوک رنگ محل لاہور

احباب ”محمد امین مرحوم“ توجہ فرمائیں

محترم محمد امین صاحب مرحوم کے مرتبہ تمام تبلیغی، اصلاحی اور تنقیدی کتابچہ اور کتبہ جات کا مکمل ریکارڈ ہمارے پاس محفوظ ہے اور ہم اس کو ماہانہ یا سہ ماہی کتابچہ کی شکل میں چھاپنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس سلسلے میں مرحوم کے خصوصی کرم فرماؤں اور دوستوں کے نام و پتے اور ان کے مشوروں کی اشد ضرورت ہے۔ فوری رجوع فرمائیں۔

محمد رمضان چمن۔ التقویم نمبر ۱۲۰ خواجہ شہاب الدین مارکیٹ صدر کراچی ۳

بقیہ : بچوں کا صفحہ

اب اخیر میں اپنے گناہ کو ظاہر نہ کرنے کے بارے میں بھی سن لیجئے اگر خدانخواستہ کسی سے کوئی برا فعل یا گناہ ہو جائے تو اس کو چھپانا چاہئے۔ کیونکہ اپنے بُرے فعل کا اعلان کرنے والا خدا کے غضب کو دعوت دیتا ہے کیونکہ یہ انتہائی بے حیائی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے اس کے بُرے فعل کو ظاہر نہیں ہونے دیا تو اسے چاہئے کہ وُہ بھی پردہ پوشی سے کام لے۔

جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ اس کی لوگوں کو خبر ہو۔

جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس کی تکلیفوں میں سے اس کی کوئی تکلیف دُور فرمائیں گے۔

بقیہ : درسِ قرآن

ساری موجود نہ تھی تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جواب دے رہے تھے۔ حضرت عمران رضؓ فرماتے ہیں کہ مَیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں بیٹھا ہُوا تھا کہ مجھے میرے ایک دوست نے آکر بتلایا کہ تیری اونٹنی کہیں گم ہو گئی ہے۔ تو مَیں اس فکر میں اُٹھ کر چلا گیا۔ وہ اونٹنی تو ملی یا نہ ملی، وہ تو الگ مسئلہ ہے۔ فرمایا۔ جتنی دیر مَیں امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس دینی مجلس سے غیرحاضر رہا عمر بھر مجھے افسوس رہا کہ وہ اونٹنی گم ہو جاتی، تباہ ہو جاتی، برباد ہو جاتی، لیکن وہ محفلِ مبارک جس میں امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کریم کی ایک آیت کو حل فرما رہے تھے۔ مَیں اس سے نہ اٹھتا تو یہ اچھی بات ہوتی حالانکہ

آپ صحابی ہیں۔

تو میرے بھائیو! آپ بھی خوش نصیب ہیں، الحمد للہ مَیں بھی اپنے آپ کو آپ کی وجہ سے سعادتمند سمجھتا ہوں کہ ہم مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن سننے سنانے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ : مسلمان کیا کریں ؟

حرکت سے پہنچتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضؓ کے بدن میں کوئی تکلیف تھی لوگ عیادت کے آئے اور افسوس کرنے لگے۔ فرمایا۔ افسوس کی کیا بات ہے کسی گناہ کی وجہ سے یہ بات پیش آئی ہے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کو پڑھ کر بھول جاتا ہے وہ کسی گناہ کی بدولت ہوتا ہے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمانے لگے کہ قرآن شریف کو بھول جانے سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے

حضرت اسماء رضؓ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی صاحبزادی کے سر میں درد ہُوا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگیں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ (ابن کثیر)

تلاشِ گم شدہ

● شاہنواز نامی طالب علم عرصہ ڈیڑھ سال سے لاپتہ ہے قرآن مجید حفظ کر رہا تھا۔ عمر تقریباً ۱۵ سال ہے۔ رنگ گورا ہے۔ اس کے والدین انتہائی پریشان ہیں کسی صاحب کو معلوم ہو پتہ ذیل پر اطلاع دے کر مشکور رہوں۔ اگر شاہنواز خود اس تحریر کو پڑھے تو اپنی جائے سکونت اور خیریت سے جلد آگاہ کرے مولوی لطف اللہ بستی بلانی ڈاکخانہ خیرپور سادات تحصیل علی پور (مظفرگڑھ)

● حافظ محمد عمر فاروق ولد مہر خان عمر بارہ سال رنگ گندمی موضع نلہہ ضلع کیمبلپور، دینہ ضلع جہلم کے ایک مدرسہ سے تعلیم حاصل کرتے ہوئے بھاگ گیا ہے جس کسی کو علم ہو تو اطلاع دے کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ قاری محمد شریف مدرس مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد پشمان ساگری ضلع راولپنڈی

جلسہ

مورخہ ۱۱ر جولائی مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ میں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب میاں علی والے خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے اور سات کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا امین الحق صاحب ڈسٹرکٹ خطیب شیخوپورہ درس حدیث شریف ارشاد فرمائیں گے۔ (حافظ عبدالمجید جالندھری، شاہ کوٹ)

ضروری اعلان

حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنی جانشین شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ر جولائی کو افریقی ممالک کے دورہ سے واپس انڈیا جاتے ہوئے ۲۴ گھنٹے کراچی قیام فرمائیں گے۔ (قاری محمد شریف قصوری)

بچوں کا صفحہ

غیبت سے بچنا، اپنی زبان کی حفاظت کرنا اور اپنے گناہ کو ظاہر نہ کرنا

حاجی کمال الدین، شالامار ٹاؤن لاہور

پیارے بچو! حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو، غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کا اس کی پیٹھ پیچھے ایسا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ کیا اس صورت میں بھی اگر جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے بھائی میں ہو۔ اس پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں جو کچھ تو کہتا ہے۔ اگر اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی۔ اور اگر وہ چیز یا وہ بات اس میں نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

عزیز بچو! اللہ محفوظ رکھے غیبت بہت بری چیز ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس سے بچا کرو۔ کلام اللہ کے ارشاد کے مطابق غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ بھلا اپنے بھائی کا گوشت کھانا کون گوارا کر سکتا ہے؟ اور پھر مردہ بھائی کا تو انتہائی قابلِ نفرت چیز ہے۔ اور آج کل تو اس روحانی بیماری غیبت کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ جسے دیکھو، جہاں دیکھو۔ بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتے نظر آئیں گے۔ یہاں تک حالتیں بگڑ چکی ہیں کہ بچوں کی محفل ہو یا مردوں عورتوں کی، غیبت کئے بغیر وہ سجتی نہیں، بارونق اور دلچسپ نہیں مانی جاتی۔ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا کھا کر خوش ہوتے ہیں اور ذرا بھی خوفِ خدا دل میں نہیں آتا کہ کل کو اللہ تعالیٰ کے روبرو اس کی جواب دہی بھی کرنی ہو گی۔ بعضوں کے دل تو اس قدر مردہ ہو چکے ہیں کہ وہ اس کو یعنی غیبت کو غیبت ہی نہیں سمجھتے۔ وہ تو اس کو ایک ہنسی مذاق، دل لگی اور خوش طبعی جانتے ہیں کہ چلو آج ہمارا دل بہل گیا، خوشی حاصل ہو گئی۔ یاد رکھو اور پھر غور سے سن لو کہ کسی بھائی کے پیٹھ پیچھے وہ بات کرنا جو اس میں پائی جائے اور وہ اس کو بری لگے تو یہ غیبت ہے۔

ہونہار بچو! اب زبان کی حفاظت کے بارے میں بھی کچھ سن لو ــــ یہ یہ زبان دیکھنے میں تو ایک گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا ہے مگر اس کے فتنے، بس کیا ہی پوچھتے ہو۔ سارے گناہوں اور فتنوں کی جڑ یہی زبان ہے۔ یہی جنت میں لے جائے گی اور یہی دوزخ میں۔ اگر اس سے نیکی کے کام سرزد ہوں گے تو بہشت میں لے جائے گی۔ برخلاف اس کے اگر برائیاں ہوتی رہیں تو پھر یقینی بات ہے کہ جہنم میں ٹھکانا ہو گا۔

بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ کوئی بندہ اللہ کی رضامندی کی کوئی بات کرتا ہے جس کی طرف وہ غور نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں اس کے درجات بلند کرتا ہے اور بلاشبہ کوئی بندہ اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات کرتا ہے۔ مثلاً کسی کو گالی دے دی، جھوٹ بول دیا، اپنے بھائی کی غیبت کر دی یا اور کوئی خلافِ شرع کام کر دیا جس کی وہ پرواہ بھی نہیں کرتا تو اس کے سبب وہ جہنم میں گرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کفر ہے۔ جب کہ اس جنگ کا باعث اسلام نہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

لاڈلے بچو! حدیث بالا سے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھ لو کہ ہم کس پانی میں ہیں۔ میرا مشاہدہ تو یہ ہے کہ بچے ذرا ذرا سی بات پہ لڑ پڑتے ہیں۔ ایسی فحش گالیاں دیتے ہیں کہ ایک شریف آدمی انہیں سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ لڑتے لڑتے اور گالیاں بکتے بکتے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ چھریاں، چاقو، بندوق اور پستول تک نکل آتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدھ کا خون ہو جاتا ہے۔ ایک تو لڑتے لڑتے مرا اور دوسرا قتل کے گناہ میں پھانسی پہ چڑھا۔

پیارے بچو! دیکھے آپ نے زبان کے کرشمے اور اس کے کرتوت۔ ہر روز اس سے پناہ مانگا کرو بلکہ صبح بستر سے اٹھتے ہی زبان کو ہاتھ کی انگلیوں سے پکڑ کر یہ کہا کرو کہ یا اللہ! آج کا دن خیریت سے گذار یو اور اس زبان کے فتنوں سے بچائے رکھیو۔ اس سلسلے میں حضورؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک اور ارشاد سن لیجئے۔ حضرت سہیل بن سعدؓ اس کے راوی ہیں:۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ جو آدمی مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور اور دونوں رانوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے تو میں اُسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔

زبان اور شرمگاہ کے گناہوں اور فتنوں سے بچنا ہر ایک کا کام نہیں مگر وہی جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو کہ مرنے کے بعد مجھے اللہ کی عدالت میں پیش ہونا ہے، وہاں کے سوال و جواب سے بچنے کی کیا صورت ہو گی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان دونوں کے فتنے سے قیامت تک محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(باقی صفحہ پر)

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD9-2-6769/39 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GMR/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے

تضمین بر غزل منشی ولایت علی خاں صفی پوری
(از سید محمد ثانی حسنی)

خاک کا یہ ذرہ ذکر مہوشاں کیسے کرے
عشق کے رازِ نہاں کو وہ عیاں کیسے کرے
مدح آقا کی گدائے بے نشاں کیسے کرے
مشک سے دھوئے زباں کو پھر بیاں ایسے کرے
کشتِ بے تیغم بعشوہ ترک نازک پیکرے
خوش بیانے مہربانے جانِ جانے دلبرے

نعت کہتا ہوں تری آقائے من شاہِ زمن
نام پیارا کتنا تیرا پاک تن پاکیزہ من
خندہ رُو، روشن جبیں، غنچہ دہن، شیریں سخن
نکہتِ زلفِ معنبر پر فدا مشکِ ختن
یاسمن، رشکِ سمن، جانِ چمن یا جانِ من
آشنائے، دلربائے، خوشنمائے، خودسرے

تو ہے بحرِ بیکراں اور میں ذرا سی آب جو
اے سراپا نور تو ہے دو جہاں کی آبرو
مرحبا صلِ علیٰ جانِ جہانِ رنگ و بو
قیصریت تیری آمد سے ہوئی ہے زرد رُو
کفر سوزے، دل فروزے خوب رو آہستہ خو
پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے

اخترِ تاباں کہوں یا مہِ کامل تجھے
میں کہوں کون و مکاں کی جان یا پھر دل تجھے
میں سمجھتا ہوں نشانِ جادۂ منزل تجھے
دل کھچیں بے ساختہ وہ ہے کشش حاصل تجھے
نازنینے، مہ جبینے، دل کشے یا دل کشے
جاں گدازے، دل نوازے، گوہرے یا اخترے

کوچۂ جاناں گئے تو بن کے دیوانا گئے
بادۂ عشق و محبت پی کے مستانا گئے
صبر آیا جب نہ ہم کو پھر تو روزانا گئے
نعت یہ پڑھتے ہوئے بے اختیارانہ گئے
شادۂ، آزادۂ، مستانۂ، جانانۂ
مست چشمے دیر خشمے طرفہ زیبا منظرے

اے سراپا خلق تیری ذات ہے ہر دلعزیز
تیرے صدقے ہیں خدا نے دی ہیں عقل و تمیز
تیرے در کی خاک ہی سرمہ بنانے کی ہے چیز
توڑنا دم تیرے در پر جان و دل سے ہے عزیز
بے قرارم، اشک سخت زام لے عزیزا
دل برد جاں آورد ہر دم بطرز دیگرے

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔